وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا

# تُحفَۃُ السَّالِکِیْن

ترجمہ

# اِرْشَادُ الطَّالِبِیْن

اصل کتاب فارسی از تصنیفات [illegible] عثمانی مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ و ترجمہ اردو از مخلصے گمنام

بہ تصحیح: بندہ محمد سراج الحق مچھلی شہری غفرلہ

مطبع اسرار کریمی میں باہتمام عبد المجید طبع ہوا


ایکہزار — ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء — قیمت ۱۱/

ناشر: مکتبہ جامی و اخوانہ حسن منزل الہ آباد

# فہرست مضامین



# عرض ناشر

بندہ احقر محمد المدعو بہ سراج الحق عفرلہٗ عرض کرتا ہے کہ مصنف کتاب حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بڑے متبع سنت اور اعلیٰ درجہ کے مفسر محدث فقیہ متکلم اور صوفی تھے نقشبندی سلسلہ میں حضرت سیّد مظہر شہید عرف "مرزا جانجاناں" رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ قاضی صاحبؒ اس درجہ کے شخص تھے کہ مرزا صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ محشر میں جب حق تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے کہ مظہر! بتاؤ میرے دربار کیلئے کیا چیز لائے ہو؟ تو قاضی ثناء اللہ کو پیش کرکے عرض کرونگا کہ "پروردگار! میں ان کو تیرے دربار کیلئے لایا ہوں"۔ ایسے پاکیزہ بزرگوں کی محبت مسلمان کے دل میں ہونا ایمان کی علامت سمجھنا چاہئے۔

قاضی صاحبؒ نے اس کتاب کے صفحہ ۳۹ سے صفحہ ۵۰ تک جو مضامین "سیر انفسی و آفاقی" کے متعلق بیان فرمائے ہیں وہ کشف کی باتیں صوفیوں کی اصطلاح میں بیان ہوئی ہیں ہم عوام کی سمجھ سے بالاتر ہیں مگر بزرگوں پر اور حضرت مجدد صاحبؒ پر گزری ہوئی حقیقتیں ہیں ان کا انکار نہ چاہئے۔

خاتمہ میں جو اعمال اور اوراد قاضی صاحبؒ نے لکھے ہیں وہ تھوڑے فرق کیساتھ ہم چشتیوں کے یہاں بھی ہیں اسلئے چشتیہ کو اپنے سلسلہ کے شیخ کے بتلائے ہوئے اعمال و اوراد ہی پر کاربند رہنا چاہئے تاکہ نسبت درست رہے۔ اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ اٰمِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ وَسَلَامٌ عَلٰى اِلْيَاسِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مَا سَئَلَكَ نَبِيُّ الرَّحْمَةِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِمَّا اسْتَعَاذَ بِكَ نَبِيُّكَ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ اَنْتَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۔ [۱] حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر حقیر محمد ثناء اللہ متوطن پانی پت نسباً عثمانی مذہباً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی عرض پرداز ہے کہ جب میں نے لوگوں کے خیالات مختلف پائے (۱) چنانچہ اُن میں سے بعض ولایت کے منکر ہیں (۲) اور بعض کہتے ہیں کہ پہلے کبھی اولیاء اللہ ہوتے تھے لیکن اس فاسد زمانے میں کوئی نہیں ہے۔ (۳) اور بعض اولیا کے معصوم اور عالم غیب ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اولیا جو کچھ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے نہیں ہوتا اور اسی خیال پر اولیاء اللہ کی قبروں سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں اور چونکہ وہ اُن اولیاء اللہ اور مقربان درگاہ خداوندی میں جو زندہ ہیں یہ صفت نہیں پاتے اسلئے اُنکی ولایت سے منکر ہو جاتے ہیں اور انکے فیوض سے محروم رہتے ہیں (۴) اور بعض لوگ ایسے بیوقوف اور جاہل پیروں کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں جو اسلام اور کفر میں فرق نہیں کرتے (۵) اور بعض اولیاء اللہ کے

---

[۱] ترجمہ سب تعریف اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔ مالک ہے دن قیامت کا۔ (اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ دکھا ہم کو راہ سیدھی۔ اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے فضل کیا۔ اور نہ راہ اُن لوگوں کی جن پر تو غصہ ہوا۔ اور نہ گمراہ لوگوں کی۔ اے اللہ میری دعا قبول کر۔ اے اللہ تو محمد صلعم پر اور اُن کی آل پر رحمت نازل کر جس طرح تو نے حضرت ابراہیم پر اور ابراہیم کی آل پر رحمت نازل کی۔ بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔ اے اللہ تو محمد صلعم کو اور اُن کی آل کو برکت دے جس طرح تو نے ابراہیم کو اور ابراہیم کی آل اولاد کو برکت دی۔ بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے وہ چیز مانگتا ہوں جو تیرے نبی صلعم نے تجھ سے مانگی تھی اور پناہ مانگتا ہوں اُس سے جس سے تیرے نبی امی صلعم نے پناہ مانگی ہے۔ اے اللہ میرے لئے میرا سینہ کھولدے اور میرے لئے میرا کام آسان کر۔ اور میری زبان سے گرہ کھولدے تاکہ وہ سمجھیں میری بات کو۔ تو میرے لئے کافی ہے۔ اور تو کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

غلبۂ حال کی باتوں سے اور ان کلمات سے جنکے ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے انکار کردیتے ہیں اور اُنپر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں (۶) اور بعض اُن کے غلبۂ حال کی باتوں کو ظاہری معنوں پر محمول کرکے اور انھیں کو اپنا عقیدہ بنا کر قرآن حدیث اور اجماع سے ثابت ہوتے ہوئے سچے عقائد کو چھوڑ دیتے ہیں (۷) اور بعض علوم ظاہری کو کافی سمجھکر طریقت کی طلب میں سستی کرتے ہیں (۸) اور بعض لوگ اولیاء اللہ کے آداب اور انکے حقوق کی ادائگی میں کوتاہی کرتے ہیں (۹) اور بعض ایسے ہیں کہ اولیاء اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔ انکی نذریں مانتے ہیں۔ اور بیت اللہ کیطرح اُنکی قبروں کا طواف کرتے ہیں۔ تو میں نے چاہا کہ ایک مختصر کتاب لکھوں جس سے لوگ ولایت کی حقیقت معلوم کریں اور اس میں افراط و تفریط اور گناہ سے بچیں چنانچہ اسکے متعلق میں نے ایک کتاب عربی زبان میں لکھی جسکا نام ارشاد الطالبین ہے۔ مگر جب بعض دوستوں نے فرمائش کی کہ کچھ فارسی زبان میں بھی لکھنا چاہئے تاکہ فارسی خواں اُس سے فائدہ اٹھائیں۔ تو یہ رسالہ فارسی زبان میں لکھا گیا[1]۔

یہ رسالہ پانچ مقاموں پر منقسم کیا گیا ہے۔ مقام اوّل۔ ولایت کے ثبوت اور اُسکے متعلقات کے بیان میں۔ مقام دوم۔ اُن آداب کے بیان میں جو ناقص لوگوں اور مریدوں کو لازم ہیں مقام سوم مرشدوں کے آداب میں۔ مقام چہارم۔ ترقی اور حصول ولایت کے آداب میں۔ مقام پنجم۔ قرب الٰہی کے مراتب پر پہونچنے اور پہونچانے کے بیان میں۔ خاتمہ۔ سلوک نقشبندیہ میں۔

## (پہلا مقام)

# ولایت کا ثبوت اور اُسکے متعلقات کا بیان

---

## فصل اول ولایت کا ثبوت

یاد رکھو (خدا تمکو سعادت بخشے) کہ جسطرح انسان میں کمالات ظاہری ہیں۔ اور وہ صحیح اعتقادات قرآن حدیث اور اجماع اہلسنت والجماعت کے موافق نیک اعمال۔ فرائض۔ واجبات سنن اور مستحبات کا بجا لانا اور حرام۔ مکروہ اور مشتبہ باتوں اور بدعتوں کا ترک کردینا ہے۔ اسیطرح انسان میں ایک دوسرے قسم کے باطنی کمالات بھی ہوتے ہیں صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اجنبی آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ اسلام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ آدمی کلمہ شہادت صدق دل سے پڑھے۔ نماز اور زکوٰۃ ادا کرے۔ اور ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ اور بشرط استطاعت حج کرے۔ اُسنے عرض کیا۔ آپ نے صحیح فرمایا ہے۔ تو ہم نے تعجب کیا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے۔ پھر ایمان کے متعلق سوال کیا۔ فرمایا۔ ایمان یہ ہے

---

[1] جس کا اب ترجمہ تحفۃ السالکین کے نام سے کیا گیا ہے۔ مترجم

کہ تو خدا پر اور فرشتوں اور کتابوں پیغمبروں پر اور روز قیامت پر ایمان لائے۔ اور اس بات پر بھی کہ خیر و شر سب خدا کی تقدیر سے ہے۔ اُسنے کہا آپ نے بجا فرمایا۔ پھر سوال کیا کہ احسان کیا ہے۔ فرمایا احسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت کرے اس طرح کہ گویا تو اُسکو دیکھتا ہے۔ اور اگر تو اُسکو نہیں دیکھتا۔ تو (تو یہ سمجھے کہ) وہ تجکو دیکھ رہا ہے۔ پھر قیامت کے متعلق پوچھا۔ فرمایا کہ میں تم سے زیادہ نہیں جانتا پھر قیامت کے علامات کے متعلق سوال کیا۔ اور آپ نے اسکی نشانیاں بتائیں۔ پھر فرمایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے تمہیں دین سکھانے کیلئے آئے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقائد اور اعمال کے سوا ایک کمال احسان کے نام سے اور بھی ہے۔ جو ولایت کہلاتا ہے صوفی کو جب محبت الٰہی غالب ہو جاتی ہے۔ جسکو اصطلاح میں فنائے قلب کہتے ہیں۔ تو اُسکا دل محبوب حقیقی کے مشاہدہ میں غرق اور محو ہو جاتا ہے۔ اور اسکے سوا کسی دوسری چیز کیطرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور اس حالت میں وہ خدا کو نہیں دیکھتا۔ کیونکہ اسکو دنیا میں دیکھنا عادتًا محال ہے۔ لیکن صوفی کو اسوقت ایک ایسی حالت طاری ہوتی ہے۔ کہ گویا خدا کو دیکھتا ہے۔ اور اس حالت سے پیشتر صوفی تکلف سے اپنے آپکو اس حال پر رکھتا ہے۔ اور رسول کریم صلعم نے اسی حالت سے خبر دی ہے کہ "تو یہ سمجھے کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے"۔

**دوسری دلیل** یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ سدھر جائے تو سارا بدن سُدھر جائے۔ اگر وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاے۔ اور وہ **دل** ہے اسمیں شک نہیں۔ کہ دل کی اصلاح بدن کی اصلاح کا موجب ہوتی ہے۔ جسکو صوفیائے کرام فنائے قلب کہتے ہیں اور جب وہ محبت الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے۔ اور نفس اسکی صحبت سے متاثر ہو کر سرکشی سے باز آجاتا ہے۔ اور خدا ہی کے لئے لوگوں سے محبت اور بُغض کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ تو بلاشبہ تمام بدن شریعت کا مطیع اور فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ دل کی درستی تو ایمان اور اعمال سے ہوتی ہے بیشک اُسکے جواب میں کہنا چاہئے کہ حدیث میں دل کی درستی کو بدن کی درستی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اور بدن کی درستی سے اعمال صالح مراد ہیں۔ چنانچہ اصلاح قلب اگر صرف ایمان کو قرار دیا جائے۔ تو صرف ایمان تو کبھی اصلاح بدن کے بغیر بھی پایا جاتا ہے۔ اور اگر ایمان اور اعمال کے مجموعہ کو اصلاح قلب کہا جائے تو اسکو اصلاح بدن کا سبب سمجھنا صحیح نہ ہوگا۔

**تیسری دلیل** یہ ہے۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دوسرے لوگوں سے افضل ہونے پر اجماع اُمت ہو چکا ہے۔ اور علم و عمل میں تو دوسرے لوگ بھی صحابہ کے شریک ہیں۔ اور باایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص کوہ اُحد کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے تو وہ اس نصف صاع[1]

---

[1] صاع عرب میں ایک پیمانہ ہے اور جو ہمارے ۱؎ سیر کے برابر ہے۔ مترجم۔

جو کے برابر بھی نہ ہوگا۔ جو صحابہ نے راہ خدا میں خرچ کیا ہوگا پس یہ محض باطن کے کمال کے سبب سے ہے۔ کیونکہ پیغمبر خدا صلعم کی صحبت کے سبب سے اُن کا باطن پیغمبر خدا صلعم کے باطن سے روشن ہوگیا تھا اگر اولیائے اُمت نے یہ دولت پائی ہے تو پیروں کی صحبت سے پائی ہے اور ان کے باطن پیغمبر خدا صلعم کے باطن سے بواسطہ روشن ہوئے ہیں۔ اور اس صحبت اور اُس صحبت میں جو فرق ہے۔ عیاں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کمالات ظاہری کے سوا ایک (کمال) باطنی بھی ہے جس کے درجات میں بڑا فرق ہے چنانچہ حدیث قدسی اس پر دلالت کرتی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو شخص ایک بالشت مجھ سے قریب ہونا چاہتا ہے۔ میں ایک ہاتھ بھر اُسکے قریب آنا چاہتا ہوں۔ اور جو شخص ایک ہاتھ بھر میرے قریب آنا چاہے میں ایک باع[1] بھر اُسکے قریب آنا چاہتا ہوں۔ اور فرماتا ہے کہ بندہ ہمیشہ نفل عبادت سے میری نزدیکی طلب کرتا ہے تاکہ میں اُسے اپنا دوست جانوں۔ اور جب میں اُسے اپنا دوست بنالیتا ہوں اُس کی بینائی و شنوائی اور قدرت میں ہوجاتا ہوں۔

**چوتھی دلیل** یہ ہے کہ بیشمار لوگوں کی ایک جماعت نے (جنکا جھوٹ پر متفق ہونا عقل محال سمجھتی ہے اور وہ اس قسم کی جماعت ہے کہ اسکا ہر ایک فرد بشر تقویٰ اور علم کے باعث ایسا درجہ رکھتا ہے کہ اس پر جھوٹ کی تہمت لگانا جائز نہیں ہے) زبان قلم سے اور قلم زبان سے خبر دیتی ہے کہ ہم کو مشایخ کی صحبت کی وجہ سے جنکی صحبت کا سلسلہ رسول اللہ صلعم تک پہونچتا ہے عقائد اور فقہ کے سوا جن سے وہ ان کی صحبت سے پیشتر بہرہ یاب تھے۔ باطن میں ایک نئی حالت پیدا ہوگئی ہے۔ اور اس حاصل شدہ حالت سے اُن کے دل میں خدا اور خدا کے دوستوں سے محبت اور اعمال صالح کا شوق اور نیکیوں کی توفیق اور سچے اعتقادات اور زیادہ راسخ ہوگئے ہیں یہی حالت ہے جس کو کمال کہنا چاہئے اور یہی حالت بہت سے کمالات کا موجب ہے۔

**پانچویں دلیل** خرق عادات ہے اور یہ دلیل ضعیف[2] ہے۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ خرق عادات کا تقویٰ کے ساتھ مل جانے سے اس میں اور جادو میں امتیاز ہوجاتا ہے۔ اور کمالات کا پتہ لگ سکتا ہے واللہ تعالیٰ اَعلَم۔

---

[1] باع۔ دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے فاصلے کو کہتے ہیں۔ (پ) کلاچ۔ مترجم۔

[2] ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کبھی کبھی خرق عادات کا فرساد صوفیوں اور ملحد فقیروں سے بھی ظہور پذیر ہوجاتا ہے۔ اس لئے یہ دلیل ہمیشہ ولی ہونے کا پتہ نہیں دے سکتی۔ جو شخص مشق و ریاضت کرے اور دل کی حرارت اور نظر کی حدت بڑھائے خرق عادات کے کرشمے دکھا سکتا ہے۔ مگر قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ساتھ ہی بتا دیا ہے۔ کہ خرق عادات کے ساتھ اگر دینداری اور پرہیزگاری بھی موجود ہو۔ تو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ وہ شخص ولی ہے۔ ساحر۔ جادوگر۔ شعبدہ باز فسوں گر وغیرہ نہیں۔ مترجم۔

# دوسری فصل ولایت کی تحقیق

یاد رکھو (خدا تمھیں نیک راہ دکھائے) کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے نہایت قریب ہے جس کی دلیل اللہ جل شانہ کا اپنا یہ قول قرآن شریف میں وارد ہے کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ یعنی ہم بندہ کیلئے اسکی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اور یہ قول کہ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ یعنی تم جہاں ہو خدا تمھارے ساتھ ہے۔ اور ایک قرب خاص خاص بندوں اور فرشتوں کا ہے جسکی دلیل خدا کا یہ قول ہے۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یعنی سجدہ کر اور خدا کا قرب طلب کر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ[1] یعنی بندہ ہمیشہ نفلوں کے گذارنے کے باعث میری طرف نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اُسکو اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔ اور اس دوسرے قرب کو ولایت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس قرب کے اول مراتب نفس ایمان سے حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے لیکن معتمد یہ ہے کہ اسکی ولایت خاصہ سے تعبیر کیگئی ہے۔ اور یہی محبوبیت کا درجہ ہے چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ اسکے بہت سے مقامات اور مدارج ہیں۔ چونکہ حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات بے مثل اور بے نظیر ہے۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ فِی الذَّاتِ وَلَا فِی الصِّفَاتِ وَلَا فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الْاِعْتِبَارَاتِ یعنی کوئی چیز ذات میں یا صفات میں یا اور کسی اعتبار سے اسکی مانند نہیں ہے۔ پس یہ دونوں قرب بھی جو خالق اور مخلوق کے درمیان بطور نسبت قائم ہیں۔ نیز بے مثل ہیں۔ جو قرب زمانی یا قرب مکانی یا کسی دوسرے قرب سے ذات اور صفات اور طول وعرض میں مشابہ نہیں ہے۔ اس قرب کی ماہیت عقل اور حس کے ذریعے سے دریافت نہیں ہوسکتی۔ اگر دریافت بھی ہوتی ہے تو اس علم کے ذریعہ سے ہوتی ہے جو خدا کی بخشش اور علم حضوری[2] کے مناسب ہوتا ہے۔ اور ان دونوں قسم کے قربوں کا ہمیں حاصل ہونا ثابت ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ کا دیدار بلا جہت اور بلا اسکے کہ نظر کرنے والے میں مقابلہ ہو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے نہ عقل سے۔ **سوال**۔ ولایت سے مراد نسبت ہے بے کیف جو بندے کو خدا کے ساتھ ہے اس کا نام قرب کیوں رکھا گیا ہے۔ **جواب**۔ اس سوال کا جواب دو مقدموں کے بیان پر موقوف ہے۔ (۱) پہلا مقدمہ یہ کہ کشف اور خواب دونوں سے مراد یہ ہے۔ کہ مثال کی صورت خیال کے آئینہ

---

[1] یہ علم عقائد کا مسئلہ ہے جو ثبوت مدعا کے لئے بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔

[2] علم حضوری یہ ہے کہ کسی چیز کا تصور اس طرح حاصل ہو کہ اُسکے لئے اسکی صورت ذہنی کا ذہن میں آنا ضروری نہ ہو۔ بلکہ وہ ایسی قریب اور ہو کہ اسکے علم کیلئے کسی واسطہ کی حاجت ہی نہ ہو۔ جیسے اپنے وجود کا علم ۱۲۔

میں منعکس ہو جاتی ہے خواہ خواب میں یا بیداری میں۔ اور جس قدر خیال کا آئینہ صاف ہوگا اُسی قدر کشف اور خواب ٹھیک اور سچا ہوگا۔ اسی لئے پیغمبروں کا خواب وحی قطعی ہے۔ کیونکہ وہ خطا سے معصوم ہیں۔ اور ان کے خیالات نہایت مصفّا اور باطن نہایت پاکیزہ ہیں۔ اولیا کا خواب اکثر صحیح ہوتا ہے۔ کیونکہ انھوں نے پیغمبروں کی صحبت کی دولت سے بیواسطہ یا بواسطہ اور شریعت پر عمل کرنے سے خیالات کی صفائی اور باطن کا نور حاصل کیا ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

آں خیالاتے کہ دامِ اولیاست　　　عکس مہرویانِ بستانِ خداست

یعنی چونکہ ان اولیاء کے بواطن میں جو انبیاؤں کے باطن کا فرعی آئینہ ہے یعنی ذاتی نہیں۔ انبیاء کی متابعت کے سبب سے صفائی حاصل ہوئی ہے کبھی اصلی تاریکی ظاہر ہو جاتی ہے اور خیال کا آئینہ مکدر ہو جاتا ہے اسلئے کشف اور رؤیا میں خطا واقع ہو جاتی ہے۔ اور یہ کدورت کبھی حرام یا مشتبہ امر کے ارتکاب سے یا حد اعتدال سے تجاوز کر جانے کے سبب سے یا عوام سے ملنے جُلنے اور اُن سے اثر پذیر ہونے کے باعث پیدا ہو جاتی ہے۔ اور عوام الناس کا خواب باطن کی تاریکی کے باعث عموماً جھوٹا ہوتا ہے۔ (۲) دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ عالم مثال میں واجب سے لیکر ممکن تک ہر چیز مثال ہے۔ اگرچہ خدا کی ذات و صفات کی کوئی مثال نہیں ہے۔ مثل اس چیز کو کہتے ہیں جو اُس شے جیسی ہو۔ اور اس کے اوصاف سے متصف ہو۔ اور یہ بات خدا کی ذات و صفات میں محال ہے۔ بخلاف مثال کے کہ آفتاب کو بادشاہ کے مثل کہہ سکتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال بیان کی ہے مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ یعنی اللہ تعالیٰ کا نور مومن کے دل میں اُس چراغ کے نور کے مثل ہے جو چراغدان میں ہو الخ اور حدیث شریف میں خداوند تعالیٰ کی مثال دیگئی ہے۔ کَمَثَلِ سَیِّدٍ بَنٰی دَارًا وَّجَعَلَ فِیْھَا مَادُبَۃً الحدیث الخ یعنی ایک سردار ہے جس نے گھر بنایا اور اُسمیں ایک ضیافت کا اہتمام کیا اسلئے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا جائز[1] (درست) ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اور یوسف علیہ السلام نے خواب میں ایام قحط کو لاغر گایوں کی صورت میں اور ایام ارزانی کو فربہ گایوں اور گیہوں کے خوشوں کی صورت میں دیکھا تھا[2]۔ اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا لوگ میرے پاس آرہے ہیں۔ اور جن میں ہر ایک شخص پیرہن پہنے ہوئے ہے۔ بعض کا پیراہن پستان تک اور بعض کا اس سے نیچے تک ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گذرے جو اپنا لمبا پیراہن زمین پر کھینچے

---

[1] یہاں جائز کا لفظ مباح کے معنی میں نہیں ہے جیسے کہ عموماً استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ اباحت کو تعبیر لازم ہے۔ اور خواب دیکھنا نہ دیکھنا انسان کے اپنے اختیار کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہاں جائز کا لفظ صحیح و درست کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کو خواب میں دیکھنا صحیح اور قابل تعبیر ہو سکتا ہے۔ مترجم

[2] اس عبارت میں قدرے مسامحت واقع ہوتی ہے۔ یہ خواب یوسفؑ نے نہیں دیکھا تھا بلکہ عزیز مصر نے دیکھا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر بتائی تھی۔ مترجم۔

جا رہے تھے۔ لوگوں نے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے فرمایا اس سے مراد علم ہے۔ ان احادیث اور آیات سے معلوم ہوا کہ جو چیز بے مثل ہو اور مادی نہ ہو اسکا خواب میں دیکھنا ممکن ہے۔ اور وہ کشف کی نظر سے دکھائی دے سکتی ہے۔ جب تم ان دونوں مقدموں کو سمجھ چکے ہو تو واضح ہو کہ وہ بے مثل نسبت بھی جسکو ولایت کے لفظ سے موسوم کرتے ہیں کبھی کشف کی نظر میں قرب جسمانی کی صورت میں متمثل ہو جاتی ہے۔ اور جس قدر اس قرب میں ترقی حاصل ہوتی جاتی ہے۔ اسی قدر کشف کی نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کی ذات یا اسکی صفات میں سے کسی صفت کیطرف بڑھتا چلا جا رہا ہوں۔ اور اسی صورت مثالی کی بنا پر اس نسبت کو قرب الٰہی اور اسی ترقی کو سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور سیر من اللہ اور سیر باللہ کہا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## فنا کے بعد رجوع نہیں

مسئلہ صوفیاء کرام فنا کے بعد اپنی پہلی حالت پر نہیں آ سکتے۔ اگر کوئی آیا ہے تو فنا سے پیشتر آیا ہے۔ فقیر اسی مسئلہ کی دلیل میں یہ آیت پیش کرتا ہے کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ یعنی حق تعالیٰ تمہارے ایمان ضائع نہیں کرتا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ بندوں سے واپس نہیں لیگا مگر علم کو علماء کے قبضے سے قبض کر لیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایمان حقیقی اور علم باطنی کو بھی قبض نہ کریگا۔ مسئلہ۔ اعلیٰ درجہ کا تقویٰ صرف ولایت سے حاصل ہوتا ہے جب تک نفس کے بُرے خصائل مثلاً حسد، غصہ، تکبر، ریا اور طلب شہرت وغیرہ اچھی طرح دور نہ ہوں اعلیٰ درجہ کا تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ فنائے نفس پر موقوف ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ کی محبت غیر اللہ کی محبت پر غالب نہ ہو۔ بلکہ غیر اللہ کی محبت کیلئے دل میں اصلاً گنجائش نہ رہے۔ کامل ایمان اور اعلیٰ درجہ کا تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ قلب کے فنا ہونے پر موقوف ہے جسکو رسول اللہ صلعم نے اصلاح قلب سے تعبیر فرمایا ہے۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں کوئی شخص صاحب کامل ایمان نہیں ہوتا جب تک کہ میں اسکو اسکے باپ اور بیٹے اور سارے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث من کن فیہ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَّكْرَهُ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ متفق علیہ۔ یعنی تین آدمی ایمان کی حلاوت چکھتے ہیں۔ وہ شخص جسکے نزدیک خدا اور رسول دوسروں کی نسبت زیادہ محبوب ہوں۔ اور وہ شخص جو کسی کو دوست نہ رکھے مگر خدا کیلئے اور وہ

شخص جس کے نزدیک کفر کی طرف رجوع کرنا زیادہ ناپسند ہو یعنی لوگ تو دوزخ میں داخل ہونیکے خوف سے ایمان لاتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں۔ اور وہ کفر کو دوزخ سے زیادہ ناپسند رکھتا ہے یعنی خدا کی عبادت محض اُسکی محبت کیلئے کرتا ہے نہ دوزخ کے خوف سے اور نہ بہشت کی طمع سے۔ حضرت رابعہ بصری[1] رضی اللہ عنہا نے ایک ہاتھ میں پانی اور دوسرے ہاتھ میں آگ پکڑی۔ لوگوں نے پوچھا کہاں جا رہی ہو۔ فرمایا میں اس کام کیلئے جاتی ہوں کہ دوزخ کو پانی سے بجھا دوں اور بہشت کو آگ سے جلا دوں تاکہ لوگ خدا کی عبادت دوزخ کے خوف اور بہشت کی طمع سے نہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اکرموا اصحابی یعنی میرے اصحاب کی عزت کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم یعنی تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ بزرگ اور قابل عزت وہ ہے جو زیادہ متقی و پرہیزگار ہو۔ اور اُمت کا اُس پر اجماع ہو چکا ہے کہ صحابہ کرامؓ ساری خلقت سے بزرگ اور سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں۔ اور یہ اسلئے ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کی صحبت کے شرف سے سب سے پہلے ولایت کے مقام پر فائز ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ یعنی پیش قدمی کرنے والے ایمان میں پیش قدمی کرنے والے ہیں طرف اللہ کے اور یہی لوگ مقرب ہیں۔

**مسئلہ** ۔ اولیاء اللہ کی عبادت کا ثواب دوسروں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی کوہ احد کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے وہ میرے صحابہ کے ایک سیر جو کے برابر نہ ہوگا۔ یہ حدیث صحیحین میں ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے۔ اور اس بات میں بھید یہ ہے کہ تمام عالم گویا ایک دائرہ ظلال کا سایہ ہے جیسا کہ انشاء اللہ بیان کیا جائے گا۔ اور صوفی جب سیر ترقی میں دائرہ ظلال تک پہونچکر اُس میں فنا اور مستہلک ہو جاتا ہے تو جو قرب دائرہ ظلال کو خدا کے ساتھ ہوتا ہے اُس صوفی کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اور تمام عالم گویا اس صوفی کا سایہ ہو جاتا ہے اور اہل جہاں کی صفات اور عبادات گویا اس صوفی کی صفات اور عادات کا سایہ بن جاتی ہیں۔ اس لئے جو تفاوت سایہ اور اصل چیز میں ہوتا ہے۔ وہی تفاوت ولی اور غیر ولی کی عبادت میں ہوگا۔ صوفی ہمیشہ ترقی کرتا ہے وَمَنِ استوٰی یوماً فھو مغبون یعنی جو شخص ایک دن بھی اسی رتبہ پر رہے وہ خسارہ میں رہا۔ اس لئے صوفی کو ہر وقت ترتیب وار مراتب حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ جو تمام مراتب سابقہ سے بہتر ہوتے ہیں مولانا

---

[1] حضرت رابعہ نہایت عابدہ زاہدہ خاتون تھیں اور زمرۂ اولیاء میں شامل ہیں۔ بصرہ کی رہنے والی تھیں۔ سفیان ثوری جو زبردست فقیہ اور نامی گرامی مجتہد گزرے ہیں۔ اُنکے ہم زمانہ تھے۔ اور اکثر رابعہ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ قرآن شریف کی اس قدر ماہر تھیں کہ بات چیت اور گفتگو روزمرہ میں ہمیشہ قرآن شریف کی آیت بطور سوال و جواب زبان مبارک سے فرمایا کرتی تھیں اور اس فضیلت علمی کے باعث اُن کا لقب تاج الرجال پڑ گیا تھا۔ اور اپنی باطنی خوبیوں کے باعث ام الخیر کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔ سنہ ۱۳۵ھ میں وفات پائی۔ اُن کے مزید حالات کیلئے تاجران کتب سے اُنکی سوانحعمری قیمتاً منگواؤ۔

رابعہ بصریؒ

روم فرماتے ہیں ؎

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ　　سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

یعنی زاہد تو ہر رات صرف دن بھر کی مسافت طے کرتا ہے۔ عارف ایک ہی دم میں خدا کے حضور میں جا پہنچتا ہے اور اس مسئلہ کی دلیل عبید بن خالد کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے دو شخصوں کو بھائی بنا دیا۔ اُن میں سے ایک خدا کی راہ میں شہید ہو گیا۔ پھر اُن میں سے دوسرا بھی ہفتہ یا ایسی ہی کچھ مدت بعد فوت ہو گیا۔ لوگوں نے اس کے جنازہ پر نماز پڑھی۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اس مرد کے حق میں کیا دعا کی گئی۔ میں نے عرض کیا۔ اُسکے حق میں ہم نے یوں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اُسکو بخشے اور اُس کو اپنے دوست کے ساتھ ملائے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تو پھر اسکی نماز جو اس نے اُسکی شہادت کے بعد پڑھی ہے اور وہ عمل جو اُسکے بعد کئے ہیں کہاں جائیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ ان دونوں صحابیوں کے درمیاں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور بھید اس میں وہی ہے جو پہلے بیان کیا گیا۔ کہ قرب کے لحاظ سے اوپر کا ہر ایک نقطہ ہر ایک نیچے کے نقطہ کیلئے بمنزلہ اصل کے ہے اور نیچے کے نقطے بمنزلہ اسکے سایہ کے ہیں اس لئے جب اوپر کا نقطہ حاصل ہو جائے تو نیچے کے تمام نقطوں سے بہتر ہے۔ کیونکہ سایہ اصل کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھتا ہے؟

**مسئلہ**۔ جو ولی خدا کی درگاہ میں زیادہ مقرب ہے۔ اُسکی عبادت کا ثواب ان دوسرے ولیوں کی عبادت سے زیادہ ہوتا ہے جو اس سے کم رتبہ ہوتے ہیں۔ یہی راز ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں۔ کہ ایک شب جبکہ ستارے خوب چمکیلے اور گنجان نظر آرہے تھے۔ رسول اللہ صلعم میرے پاس تھے میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کوئی ایسا بھی ہو گا جس کی نیکیاں ان ستاروں کے برابر ہونگی۔ فرمایا۔ ہاں عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کتنی ہونگی۔ فرمایا عمرؓ کی تمام نیکیاں ابوبکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہونگی۔ اے بھائی جب ان دونوں خلیفوں کی نیکیوں میں باوجودیکہ وہ تمام متعلقات میں باہم شریک ہیں۔ رتبہ کی بلندی کے سبب اس قسم کا تفاوت ہے۔ تو ایک ایسے شخص میں جو صفات کے مرتبہ میں پہنچا ہوا ہو۔ اور دوسرے شخص میں جو دائرہ ظلال میں ہو۔ کسقدر تفاوت سمجھ میں آسکتا ہے۔

## تیسری فصل۔ خوارق عادات کا بیان

خرق عادت کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک اُنمیں سے کشف ہے۔ اور کشف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو کشف

کوئی۔ وہ یہ کہ جو موجودات نظر سے غائب ہیں۔ اُسکے حالات ظاہر ہو جائیں اور زمانہ ماضی یا مستقبل کے حالات معلوم ہو جائیں بیہقی ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد کیلئے لشکر بھیجا اور اُسپر ساریہ کو افسر مقرر کیا۔ ایک دن حضرت عمر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ عین خطبہ کے درمیان آواز دی۔ کہ اے ساریہ پہاڑ کیطرف سے ہوشیار رہو جاؤ" پہاڑ میں کفار نے گھات لگائی تھی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نظر آگئے اور بہت ہی منازل کے فاصلہ سے ساریہ کو اسکی اطلاع دیدی۔ دوم کشف الٰہی اس سے سلوک طریق میں اپنے اور دوسرے سالکوں کے احوال کو دریافت کرنا۔ اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں ہر ایک کے مرتبۂ قرب کو معلوم کرنا مراد ہے۔ اور وہ علوم جو خداوند تعالیٰ کی ذات وصفات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی قبیل سے ہیں اگر عالم مثال میں کشفی نظر سے دیکھا جائے۔ تو ان اقسام میں ایک قسم الہام ہے جو اللہ تعالیٰ صوفی کے دل میں علم القا فرماتا ہے۔ اور ہاتف کا کلام اسی قبیل سے ہے۔ اور الہام اور وسوسہ میں فرق یہ ہے کہ الہام سے صوفی کا دل اطمینان پاتا ہے اور اُسکو یقین ہو جاتا ہے۔ اور وسوسہ سے قلب سلیم انکار کر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ استفت نفسك وان افتاك المفتون یعنی اپنے دل سے فتویٰ پوچھ اگرچہ فتویٰ دینے والے تجکو فتویٰ دیں یعنی اگرچہ علمائے ظاہر ایک چیز کے حلال ہونے پر فتویٰ دیں۔ مگر صوفی کو چاہئے کہ اپنے دل سے بھی فتویٰ طلب کرے صوفی کا دل حرام سے بالطبع نفرت کرتا ہے اگرچہ علما رباعتبار ظاہر اسکو مباح ہی قرار دیں اسکو امام بخاریؒ نے باب تاریخ میں وابصہ سے بسند حسن روایت کیا ہے۔ اور فرمایا اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے جو اُسکے دل میں ہے اس حدیث کو ترمذی نے ابو سعید سے اور طبرانی اور ابن عدی نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے۔ ان اقسام میں سے ایک تاثیر ہے اور اُسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مرید کے باطن میں تاثیر کرے۔ اور اسکو حق جل جلالہٗ کی طرف جذب کرے۔ دوسری تاثیر عالم کون و فساد میں کہ حق تعالیٰ اُس کی دُعا اور اسکے ارادے کے موافق ظہور میں لائے۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب حضرت مریمؑ کے پاس تشریف لیجاتے تو اُن کے پاس غیب سے رزق پاتے۔ وہ اسی قبیل سے ہے۔ یہ سب خرق عادات کی اقسام اصحاب اور اولیائے اُمت سے مروی ہیں۔

**مسئلہ**۔ اولیاء اللہ کا کشف اور الہام علم ظنی کا موجب ہے اگر دو شخصوں کا کشف باہم متفق ہو جائے تو ظن غالب ہو جاتا ہے۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ اور دارمی۔ عبداللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس طلب فرمایا۔ تاکہ اسکے ساتھ لوگ نماز کیلئے جمع ہو جائیں میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ہاتھ میں ناقوس لئے ہوئے ہے میں نے پوچھا اے بندۂ خدا تو ناقوس فروخت کرتا ہے اُس نے پوچھا کیا کریگا۔ میں نے کہا نماز کیلئے لوگوں کو بلاؤنگا۔ وہ بولا۔ میں اس سے ایک بہتر طریقہ تم کو

صوفی کا قلب حرام سے بالطبع نفرت کرتا ہے

سکھاتا ہوں۔ کہو اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ غرض اُس نے ساری اذان سکھائی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے خواب کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کیا۔ فرمایا انشاءاللہ یہ خواب حق ہے۔ اُٹھ اے بلال (پھر مجھکو فرمایا) اسکو سکھاؤ۔ میں نے بلال کو سکھادی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں نے بھی ایسا ہی دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فللہ الحمد۔ پس کشف اور الہام پر عمل کرنا جائز ہے اگر قرآن۔ حدیث۔ اجماع اور قیاس صحیح کے مخالف نہ ہو[1]۔ حضرت بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب صحابہؓ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد غسل دیا۔ تو باہم کہنے لگے پیغمبر علیہ السلام کو برہنہ کرلیں یا آپ کے کپڑوں ہی میں غسل دیں۔ اس بارہ میں انھوں نے اختلاف کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر نیند غالب کردی۔ سب کے سب پینک (بے خبری) میں چلے گئے۔ خواب میں ایک آواز سنی کہ پیغمبر خدا کو کپڑوں ہی میں غسل دیں۔ پس سب کے سب اُٹھے اور پیراہن مبارک ہی میں آپ کو غسل دیا۔ اور آپ کو قمیص کے اوپر سے ملتے جاتے تھے۔

**مسئلہ**۔ اگر کشف اور الہام حدیث آحاد یا ایسے قیاس کے مخالف ہو جو شرائط قیاس کا جامع ہو تو اس صورت میں حدیث اور قیاس کو ترجیح دینی چاہئے اور کشف پر غلطی کا حکم لگانا چاہئے۔ یہ مسئلہ سلف وخلف میں مجمع علیہ ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قطعی حجت ہے۔ اور ثقہ روایت میں کذب ونسیان کا احتمال ضعیف ہے۔ اور اولیاء کے کشف میں اکثر خطا واقع ہوتی ہے جب دو کشفوں میں اختلاف واقع ہو۔ تو اُن میں سے جس کشف کی موید شرع ہو۔ وہ زیادہ قابل قبولیت ہے۔ اور اگر ان دونوں سے شرع ساکت ہے اور دونوں کشف ایک ہی شخص کے ہوں تو آخری کشف اولیٰ اور مقبول ہے کیونکہ صوفی ہمیشہ ترقی میں ہے۔ اسلئے صاحب کشف اپنے آخر زمانہ میں خداوند تعالیٰ کے زیادہ قریب اور انبیاء کا زیادہ مثیل ہے۔ اگر صاحب کشف دو شخص ہوں۔ تو صاحب ہوش کا کشف صاحب سُکر کے کے کشف سے بہتر ہے کیونکہ صاحب سکر (بے ہوش) کے کلام میں غلطی کا بہت احتمال ہے۔ اگر دونوں ہوش اور سُکر میں برابر ہوں تو جس کا کشف کبھی بھی شرع کے مخالف نہ ہو۔ اُس شخص کے کشف سے بہتر ہے۔ جس کا کشف کبھی نہ کبھی شرع کے مخالف واقع ہوا ہو۔

اور جس کا کشف کبھی کبھی شرع کے مخالف واقع ہوا ہو۔ اُسکا کشف اس شخص کے کشف سے بہتر ہے جس کا اکثر شرع کے مخالف واقع ہوتا ہے۔ اگر اس میں دونوں برابر ہوں تو اس شخص کے کشف کو ترجیح ہے جسکا درجہ خدا سے زیادہ قریب ہو۔ یہ تمام کشف کی قوت کے وجوہ ہیں۔ اور اگر دونوں کشف قوت میں برابر ہوں تو

---

[1] فتوح الغیب جو سلطان الاولیا حضرت محی الدین جیلانی قدس سرہٗ کی تصنیف شدہ کتاب ہیں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ جس کا اب اردو ترجمہ ہو چکا ہے تاجران کتب سے طلب کرنے پر قیمتاً مل سکتی ہے۔ مترجم

ترجیح کثرت اصحاب کشف کو ہے۔ اگرایک کشف دس شخصوں پر منکشف ہو۔ اور دوسرا کشف صرف ایک آدمی پر منکشف ہوا ہو۔ تو دس شخصوں کا کشف اولیٰ اور مقبول ہے۔ اگر اکیلا صاحب کشف ایک زیادہ قوت والا امر دہو۔ تو زیادہ قوت والے کا کشف جماعت کے کشف سے بہتر ہے۔ الہام کا حکم بھی کشف سا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بلند مرتبہ کشفوں کو دیکھنا چاہئے۔ جو سرچشمہ ہوشیاری سے ظاہر ہوئے اور کبھی بھی شریعت کے مخالف واقع نہیں ہوئے۔ بلکہ اکثر کی شریعت تائید کرتی ہے۔ بعضے ایسے ہیں جنکے متعلق شریعت ساکت ہے۔ اور اولیا میں اُنکا مرتبہ ایسا ہی جیسے انبیاء میں اولوالعزم پیغمبروں کا۔ جیسے کہ آگے انشاء اللہ ذکر کیا جائیگا۔ اور یہ سب امور اس شخص پر جو اُن کے کلم کلمات کو بنظر انصاف دیکھے مخفی نہیں رہتے اگر کوئی کہے کہ اُنھوں نے کمالات نبوت وغیرہ کا دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی مٹی سے بنائے گئے ہیں۔ اور یہ کہ وہ مجدد الف ثانی ہیں۔ تو یوں جواب دینا چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے کسی ایک فرد میں تو ان امور کا پایا جانا شرع سے ثابت ہے۔ جس کو ہم انشاء اللہ آگے بیان کریں گے۔ پس ان کمالات سے متصف ہونا کشف سے ثابت ہوا ہے۔ اور کشف کی پیروی شریعت کے مخالف نہیں ہے۔

## کثرت خوارق موجب فضیلت نہیں ہوتے

فائدہ۔ یاد رکھو (خدا انکو سعادت بخشے) کہ خرق عادات ولایت کے لوازم سے نہیں ہے بعض اولیاء اللہ اور مقربان درگاہ الٰہی ایسے بھی ہیں۔ جنسے خرق عادات ظاہر نہیں ہوئے۔ چنانچہ اکثر اصحاب رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خرق عادات مروی نہیں ہوا۔ حالانکہ ادنیٰ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر اولیاء اللہ سے افضل ہیں پس معلوم ہوا کہ بعض اولیاء اللہ کی بعض پر فضیلت کثرت خوارق سے نہیں ہے کیونکہ فضل سے مراد تو بہت سے امور ثواب اور خوارق سے بہرہ مند ہونا ہی۔ اور ثواب کا تعلق صرف عبادت اور قرب الٰہی سے ہی اور اسی لئے محدثین نے اصحاب کی کرامات کو اُنکے مناقب میں بیان نہیں کیا۔ بلکہ کرامات کا باب علیحدہ معجزات کے ذکر کے بعد لائے ہیں۔ اور خرق عادات جوگیوں میں بھی ہوتا ہے۔ یہ مجدد صاحب نے فرمایا ہے۔ اور صاحب عوارف فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بعض آدمیوں کو خوارق دیتا ہے۔ اور دوسروں کو نہیں دیتا۔ اور وہ صاحب خوارق سے افضل ہوتے ہیں۔ اور خرق عادات ذکر قلب اور اُس کی تجویز سے مرتبہ میں کم ہے۔ شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری نے فرمایا ہے کہ عارفوں کی فراست طالبوں کی استعداد اور اولیاء کے مقامات دریافت کرنے میں مطلق ہی اور اہل ریاضت کی فراست صور میں اور اُن اشیا کے حالات دریافت کرنے میں مخصوص ہی جو اُسکی نظر سے غائب ہیں۔ چونکہ اکثر

مخلوق دنیا میں مشغول ہے اور خدا سے بے تعلق ہے تو اُن کے دل غائب اشیاء کے احوال معلوم کرنے کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اور اُس کو بہت عمدہ جانتے ہیں۔ یہ لوگ اہل عرفان و حقیقت کے کشف سے کوئی کام نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہل اللہ ہوتے تو غیب کے حالات سے خبردار ہوتے۔ جب اتنی خبر انکو نہیں تو دوسری باتیں اُن کو کیا معلوم ہوں گی۔ اسی طرح منافق لوگ سید المرسلین کے حق میں کہتے تھے۔ ایسے کمینے لوگ ان فاسد خیالات کے باعث دوستان خدا کی برکات سے محروم رہتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے بارے میں غیرت رکھتا ہے۔ کہ اُن کو اپنے سوا کسی اور کی طرف مشغول نہیں ہونے دیتا۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

شعر می گویم بہ از آب حیات　　من ندانم فاعلات فاعلات

گویدم مندیش جز دیدار من　　قافیہ اندیشم و دلدار من

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اپنے پیر سے روایت کرتے ہیں کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے بعض جگہ لکھا ہے کہ بعض اولیاء نے جن سے بہت کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ وفات کے وقت آرزو کی۔ کاش! ہم سے اسقدر کرامتیں ظاہر نہ ہوتیں۔ اگر کوئی کہے کہ اگر خوارق عادات ولایت کی شرط نہ ہوں۔ تو کیونکر یہ معلوم کیا جا سکے کہ یہ ولی اللہ ہے۔ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کے دو جواب دیئے ہیں ایک تو یہ کہ ولی کی ولایت کو معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ولایت خدا سے ایک نسبت ہے کوئی اس سے مطلع ہو یا نہ ہو اکثر اولیاء اللہ خود اپنی ولایت سے مطلع نہیں ہیں۔ دوسروں کا تو کیا ذکر ہے۔ موت کے بعد اس کا ثمرہ دیکھیں گے۔ خوارق کی ضرورت دراصل انبیاء کو ہے۔ جو مخلوق کو دعوت دیتے ہیں ضروری ہے کہ وہ مخلوق پر اپنی نبوت ظاہر کریں اور ثبوت کو مہیا کریں اولیاء جو دعوت کرتے ہیں۔ تو اپنے پیغمبر کی شریعت کی ہی دعوت دیتے ہیں۔ اُس پیغمبر کا معجزہ اس دعوت کیلئے کافی ہے۔ علما اور فقہا ظاہر شرع کی دعوت دیتے ہیں اور اولیاء مریدوں کو پہلے ظاہر شریعت کے بجا لانے کی دعوت دیتے ہیں۔ پھر اُن کو ذکر سکھاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اپنے اوقات یاد الٰہی میں صرف کیا کرو۔ تاکہ ذکر الٰہی ہی غالب ہو جائے اور خدا کے سوا کسی دوسرے کا خیال دل میں نہ رہے۔ اور اس دعوت میں کرامت کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مرید رشید جوں جوں اپنے حالات میں تغیر دیکھتا ہے۔ اپنی ہی ذات میں اس کو پیر کی کرامت لحظہ بہ لحظہ نظر آتی ہے۔ جو مردہ دل کو زندہ کر کے مشاہدہ اور مکاشفہ سے سرفراز کر دیتا ہے۔ مردہ کا زندہ کر دینا عوام کے نزدیک عمدہ کام ہے اور خواص کے نزدیک روح اور قلب کا زندہ ہونا معتبر ہے پس کرامت مرید کی نظر میں موجود ہے اور عوام کیلئے اسکی ضرورت نہیں ہے۔

**ولی کی علامات**

فائدہ ۸۔ ولی کی علامت یہ ہے کہ ظاہراً شرع شریف کا پوری طرح پابند ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ اَوْلِیَآئُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ یعنی متقی لوگ ہی خدا کے دوست ہیں۔ اور اس کا باطن اس قسم کا ہوتا ہے کہ جب کوئی اس کی صحبت میں بیٹھتا ہے تو اپنے دل کو خدا کی طرف مائل پاتا ہے۔ امام نوویؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اولیاء اللہ کی علامت کیا ہے۔ فرمایا اُن کی زیارت سے خدا یاد آتا ہے۔ ابن ماجہ نے بھی ایسے ہی روایت کی ہے اور بغوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک میرے بندے وہ لوگ ہیں جو میری یاد کرنے سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اور انکے یاد کئے جانے سے میں یاد کیا جاتا ہوں۔ لیکن اس بات کے دریافت کرنے کیلئے بھی مناسبت کا ہونا لازمی ہے اور کسی شخص سے منکر ہونا اس دریافت کی مانع ہے ؎ ہر کرا روئے بہ بہبود نبود ✤ دیدن یار بہ وے سود نبود۔

یہ تاثیراتی مراتب ہیں۔ جو ہر ولی میں ہوتے ہیں۔ اگر اُسکے باطن میں ایسی قوی تاثیر ہو کہ مرید کو خدا تعالیٰ کی طرف جذب کرلے اور اسکو مراتب قرب تک پہنچا دے۔ اسکو مکمل کہتے ہیں۔ جیسے کمال میں بہت سے مراتب ہیں تکمیل میں بھی بہت سے درجے ہیں بعض اولیاء اللہ اپنے کمال میں تو فوقیت رکھتے ہیں مگر تکمیل میں ویسی تاثیر نہیں رکھتے۔ اور بعض کمال اس قدر نہیں رکھتے۔ لیکن جس درجہ پر خود پہونچے ہوئے ہیں دوسرے کو بھی پہنچا سکتے ہیں۔ والکل من فضل اللہ تعالیٰ۔

# دوسرا مقام

## مریدوں کے آداب کا بیان

**طلب طریقت واجب ہے**

طلب طریقت اور کمالات باطنی حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ اے مسلمانو! پرہیز کرو ان چیزوں سے جو خدا کو پسند نہیں۔ پورا پورا پرہیز کرو۔ یعنی کمال تقویٰ کے ساتھ ظاہر و باطن میں کوئی امر عقائد و اخلاق سے خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ اور امر وجوب کیلئے ہوتا ہے۔ اور کمال تقویٰ ولایت کے بغیر ممکن نہیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا۔ نفس کی بُری خصلتیں مثلاً حسد۔ کینہ۔ تکبر۔ ریاکاری۔ شہرت طلبی خود پسندی۔ احسان جتانا وغیرہ جنکا حرام ہونا قرآن۔ حدیث اور اجماع سے ثابت ہو چکا ہے جب تک وہ زائل نہ ہوں۔ کیونکر کمال تقویٰ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور یہ متعلق ہے فنائے نفس اور ترک معاصی سے جس سے تقویٰ مراد ہے۔ اور اصلاح جسم سے معبر ہے جس کا ثمرہ اصلاح قلب ہے۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہوا

اور صوفیہ اس کو فنائے قلب کہتے ہیں۔ ولایت کا حصول فنائے نفس سے ہے۔ صوفیوں نے کہا ہے کہ جس راہ پر ہم چل رہے ہیں۔ وہ سارا سات قدم کا ہے یعنی فنائے لطائف خمسۂ عالم امر قلب۔ روح سر۔ خفی۔ اخفیٰ۔ فنائے نفس تصفیہ لطیفہ قلبیہ جس سے مراد اصلاح جسد ہے تقویٰ کثرت نوافل سے تعلق نہیں رکھتا۔ تقویٰ سے مراد واجبات کا ادا کرنا اور ممنوع باتوں سے پرہیز کرنا ہے۔ فرائض اور واجبات کا ادا کرنا اخلاص کے بغیر کوئی اعتبار نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ یعنی خدا کی عبادت کر خالص نیت سے اسی کو معبود سمجھ کر اور ممنوعات سے پرہیز فنائے نفس کے بغیر نہیں ہو سکتا پس کمالات ولایت کا حاصل کرنا فرائض کے قبیل سے ہے لیکن چونکہ ولایت کا حاصل ہونا خدا کی بخشش کی بات ہے۔ اپنے اختیار کی نہیں اور شرع انھیں باتوں پر مجبور کرتی ہے جو انسانی اختیار میں ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ یعنی جہاں تک تم سے ہو سکے۔ ان باتوں سے بچو جو خدا تعالیٰ کو ناپسند ہیں پس اس بات کا حکم کیا جاتا ہے کہ اپنی طرف سے کوشش کرنا اور ہاتھ پاؤں ہلانا واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ جس طرح ولایت کے بے انتہا مراتب ہیں۔ جیسے کہ حضرت شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں　　بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

اسی طرح تقویٰ کے بھی بے انتہا مراتب ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ اعلمکم واتقٰکم باللہ انا یعنی تم سب سے زیادہ عالم اور خدا سے ڈرنے والا میں ہوں۔ اور جب تقویٰ کی کوئی حد نہیں تو مقامات قرب میں ترقی کرنے اور تقویٰ حاصل کرنے میں کوشش کرنا ہمیشہ واجب ہے اور علم باطنی میں اضافہ چاہنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا یعنی کہہ اے محمد کہ اے پروردگار میرا علم زیادہ کر۔ اور مراتب قرب سے قناعت جس طرح ناقص پر حرام ہے کامل پر بھی حرام ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رباعی۔

در راہ خدا جملہ ادب باید بود　　تا جاں باقی ست در طلب باید بود

دریا دریا اگر بکامت ریزند　　کم باید کرد و خشک لب باید بود

یعنی خدا کی راہ میں سراپا ادب بن جانا چاہئے۔ جب تک جان باقی ہے خدا کی تلاش کرتے رہنا چاہئے اگر غرض اور مقصد کا دریا بھی منہ میں ڈال دیا جائے تو اسکو کافی نہ سمجھنا چاہئے۔ بلکہ اسکو کم اور اپنا لب خشک سمجھنا چاہئے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎ اے برادر بے نہایت درگہیست + ہرچہ بروے میرسی بروے مایست۔ یعنی اے بھائی خدا کی درگاہ بیحد و بے انتہا ہے جس درجہ پر تو پہنچے اسی پر ٹھہر رہنے

ولایت کا حصول فنائے نفس سے ہے

تقویٰ کی انتہا نہیں

علم باطنی میں زیادتی چاہنا فرض ہے

کی نیت نہ کرے۔ بلکہ اُس سے آگے ترقی کرنے کی کوشش کرے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ فرماتے ہیں ؎

ہر جا کہ ترشح تو بینم دار العطیشم و تشنہ کامیم

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لَآ أَبۡرَحُ حَتَّىٰٓ أَبۡلُغَ مَجۡمَعَ ٱلۡبَحۡرَيۡنِ أَوۡ أَمۡضِيَ حُقُبٗا یعنی میں ہمیشہ سفر میں رہوں گا یہانتک کہ ایسی جگہ پہنچوں۔ جہاں شور و شیریں دریا ملتے ہوں۔ کیونکہ اُنکو خدا کیطرف سے معلوم ہو چکا تھا۔ وہاں اُنکی خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تو کہا هَلۡ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰٓ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدٗا یعنی کیا میں تیرے ساتھ چلوں اسلئے کہ جو کچھ تجھ کو علم سکھلایا گیا ہے تو مجھ کو سکھا دے۔

## پیر تلاش کرنیکا طریقہ

**مسئلہ** جب کمالات باطنی کا طلب کرنا واجبات سے ہے تو پھر ایسے پیر کا تلاش کرنا ضروری ہے۔ جو کامل بھی ہو اور کامل بنا دینے والا بھی ہو۔ کیونکہ ایسے پیر کے سلسلہ کے بغیر خدا تک رسائی ہونا نہایت قلیل اور بہت نادر ہے مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎ نفس رانکشد بغیر از ظل پیر + دامنِ آں نفس کُش محکم بہ گیر۔ پیر کامل مکمل کے تلاش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اکثر درویشوں سے ملاقات کرتا رہے۔ اور کسی کے پاس اُنکا انکار اور عیب جوئی نہ کرے لیکن خود بہت سے تجسس اور تامل بغیر بیعت نہ کرے۔ پہلے شرعی استقامت دیکھے جسکو شرع کا پابند نہ دیکھے۔ ہرگز اُسکی بیعت نہ کرے۔ اگرچہ اسکے روبرو خرق عادات بھی ظاہر ہوں کیونکہ اس جگہ فیض کے بجائے نقصان کا احتمال قوی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تُطِعۡ مِنۡهُمۡ ءَاثِمًا أَوۡ كَفُورٗا یعنی انمیں سے کسی بداعمال یا کافر کی پیروی نہ کرو اللہ تعالیٰ نے پہلے گنہگار کی اطاعت سے منع فرمایا ہے پھر کافر کی اطاعت سے کیونکہ وہ مسلمانوں سے بعید ہے اور اس کے اعمال کا باطل ہونا ظاہر ہے۔ اسکی صحبت مسلمان کے لئے ایسی مضر نہیں ہوگی جیسے بداعمال مسلمان کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُطِعۡ مَنۡ أَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهُۥ عَن ذِكۡرِنَا وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ وَكَانَ أَمۡرُهُۥ فُرُطٗا یعنی اس شخص کی فرمانبرداری نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اسکا معاملہ اندازہ شرع سے باہر ہے وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ میں عطف تفسیری ہے تبعیت ہوا (خواہش کی پیروی) غفلت قلب اور فساد جسد کی دلیل ہے۔ یعنی گناہوں کا ارتکاب دل کے بگاڑ کی دلیل ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے اذا فسدت فسد الجسد کلہٗ یعنی جب دل بگڑا تو سارا جسم بگڑا پس جو شخص مستقیم الاحوال متقی ہو۔ اور خاص اپنے لئے ولایت کا دعویٰ کرے (نہ یہ کہ اپنے باپ دادا کے کمالات پر مرید بناتا ہو۔ جیسے کہ پیرزادوں کی رسم ہے) تو اسکا دعویٰ صحیح ہے۔ لیکن اُس کے دعویٰ پر دلیل اور برہان

ہونی چاہئے۔ اسلئے خرق عادات کا ظہور جو اتباع شرع سے مقرون ہو ولایت کی دلیل ہو سکتا ہے لیکن سب برہانوں اور دلیلوں سے قوی دلیل وہی ہے جو حدیث سے ثابت ہوتی ہے کہ اُسکی صحبت سے اور اُس کے دیدار سے خدا یاد آجائے۔ اور دل غیر خدا سے پھر جائے لیکن عوام الناس میں اور اغیار کیلئے پہلی ہی صحبت میں تاثیر صحبت محسوس کرنا ذرا مشکل ہے پس چاہئے کہ اس بزرگ کے مریدوں میں سے کسی سے جسکو وہ عالم۔ عادل اور عاقل سمجھے شیخ کی تاثیر کا احوال دریافت کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی اہل علم سے سوال کرو۔ اگر تمکو علم نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما شفاء العیّ السؤال یعنی جاہل کی جہالت کے مرض کا علاج علما سے سوال کرنے کے سوا نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اُسکی تاثیر صحبت کی شہادت دے اور وہ منصف اور عادل بھی ہو اور جاہ و مال یا کسی اور چیز کے حاصل کرنے کی غرض نہ رکھتا ہو اور اُسکی نسبت جھوٹ بولنے کا احتمال بھی نہ ہو۔ اور وہ عاقل بھی ہو اور غلط فہمی یا بیوقوفی کا اتہام اُسپر نہ لگ چکا ہو۔ تو اُسکی تصدیق کرنی چاہئے۔ اور اگر کئی اشخاص ایسی شہادت دیں تو اور بھی غلبہ حاصل ہوگا۔ اور اگر کثرت روایات تواتر کی حد کو پہنچ جائے تو یقین کی حد کو پہنچ جائے گا لیکن ایک مرد متقی مستقیم الاحوال کی خدمت میں رجوع کرنے کے لئے غلبہ ظن کافی ہے کیونکہ مرد متقی کی صحبت میں ضرر کا احتمال نہیں ہے۔ اور نفع اگرچہ یقینی نہیں ہے مگر احتمالی ضرور ہے۔ اسلئے نفع طلب کرے اگر وہاں مطلب میسر ہو تو سبحان اللہ ورنہ دوسری جگہ تلاش کرے۔

**مسئلہ**۔ اگر کوئی شخص شیخ کی خدمت میں مدت تک حسن اعتقاد سے رہا۔ اور اسکی صحبت سے تاثیر نہیں پائی۔ تو اُسپر واجب ہے کہ اُسکو چھوڑ کر دوسرے شیخ کی تلاش کرے۔ ورنہ اسکا مقصود و معبود وہ شیخ ہوگا نہ کہ خداوند تعالیٰ اور یہ شرک ہے حضرت عزیزان رامیتنی پیر طریقہ نقشبندیہ فرماتے ہیں۔ رباعی۔

| | |
|---|---|
| باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت | وز تو نہ رمید صحبت آب و گلت |
| زنہار ز صحبتش گریزاں می باش | ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت |

لیکن اس شیخ سے حُسن ظن رکھے کیونکہ احتمال ہے کہ وہ شیخ کامل و مکمل ہو مگر اس سے فیضیاب ہونا اُسکے مقسوم میں نہ ہو۔ اور اسی طرح اگر شیخ کامل مکمل ہو۔ اور اس جہان سے رحلت کر جائے اور مرید درجہ کمال کو نہ پہنچا ہو۔ تو واجب ہے کہ وہ مرید دوسرے شیخ کی صحبت تلاش کرے۔ کیونکہ خدا مقصود ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو بیعت کی تو اس بیعت سے مقصود صرف اُمور دنیا نہ تھے بلکہ کسب کمالات باطنی

بھی مقصود تھا۔ اگر کوئی کہے کہ اولیاء کرام کا فیض بھی اُن کی موت کے بعد باقی رہتا ہے۔ اسلئے دوسرے شیخ کی تلاش عبث ہے تو کہنا چاہئے کہ اولیاء کرام کا فیض اُنکے انتقال کے بعد اسقدر نہیں ہے کہ ناقص کو بدرجہ کمال پہنچا دیں۔ مگر شاذ و نادر۔ اگر فیض بعد از موت اسی قسم کا ہو۔ جیسے زندگی میں ہوتا ہے تو تمام اہل مدینہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک اصحاب کرام کے برابر ہوں[1]۔ اور نیز کوئی شخص اولیاء کی صحبت کا محتاج نہ ہو[2]۔ فوت شدہ کا فیض زندہ کے برابر ہو بھی کیونکر سکتا ہے جب کہ فیض رساں اور فیض یاب میں نسبت شرط ہے اور وہ وفات کے بعد مفقود ہے۔ ہاں فنا و بقا کے بعد جب مناسبت باطنی حاصل ہو جاتی ہے تو قبور سے فیض حاصل کر سکتے ہیں لیکن وہ بھی نہ اس قدر جو حیات میں ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ۔ اگر کسی شخص کی ولایت ثابت ہو جائے اور مرید اس کی صحبت کی تاثیر اپنے آپ میں دیکھے تو اُسپر واجب ہے کہ اُسکی صحبت کو غنیمت سمجھے اور اُسکا دامن نہ چھوڑے۔ اور اُس کے عشق و محبت کو اپنے دل میں خوب جمالے۔ اور جناب الٰہی میں اُسکی محبت دل میں محکم ہو جانے کی دُعا کرے۔ اور اُس کے حکم پر چلنے اور اُسکے مناہی سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرے اور ہمیشہ اسکی خوشنودی چاہتا رہے۔ اور ہمیشہ احتیاط رکھے کہ کوئی بات ایسی سرزد نہ ہونے پائے جو اُس کی ناخوشی کا باعث ہو۔ کیونکہ اسکی رضا رضائے حق تعالیٰ کا موجب اور ترقیات کا باعث ہے اور اُسکی ناخوشی فیض و فتوحات کا دروازہ بند ہو جانے کا موجب ہے۔

مسئلہ۔ آداب شیخ میں کوتاہی کرنا حرام ہے۔ کیونکہ یہ مانع ترقیات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ یَاۤ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ یعنی اے مسلمانوں! نبی کی آواز پہ اپنی آواز بلند نہ کرو۔ اور اُن سے بات کرتے وقت اس طرح نہ چلاؤ جس طرح تم آپس میں چلا کر باتیں کرتے ہو۔ اور ڈرو اس بات سے کہ اس بے ادبی کے باعث مبادا تمھارے نیک اعمال ضائع ہو جائیں اور تمکو خبر تک نہ ہو۔ اور جب شیخ پیغمبر صلعم کا نائب ہے۔ تو وہی آداب اُسکے حضور میں ملحوظ رکھے۔ اور جیسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس لئے فرض ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کی طرف پہنچاتے ہیں۔ اور

---

[1] کیونکہ اصحابؓ کی تعریف یہ ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے (ایمان کے ساتھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے فیض اُٹھایا تو جب آنحضرتؐ کا فیض بعد وفات بھی ویسا ہی ہو جیسا کہ دنیاوی حیات میں تھا تو لازم آتا ہے کہ آج کے اہل مدینہ اصحاب یا اصحاب کے برابر ہوں کیونکہ ویسے ہی انکو رسول اللہ صلعم کا فیض پہنچتا ہے جیسے اصحاب کو پہنچتا تھا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ مترجم

[2] کیونکہ جب پیغمبر صلعم کی ذات پاک سے برابر فیض پہونچ سکتا ہے تو اولیاء کی کیا حاجت ہے۔ مترجم۔

اُن کی محبت خداوند تعالیٰ کی محبت کا موجب ہے اور حضور کی معیّت خداوند تعالیٰ کی معیّت کا موجب ہے۔ اسی طرح پیر کی محبت فرض ہے۔ کیونکہ وہ پیغمبر صلعم کی نیابت سے خدا تعالیٰ اور اُسکی محبت کیطرف پہنچاتا ہے۔

**مسئلہ** ۔ بعض صوفی کہتے ہیں کہ مرید کو ضرور ہے کہ اپنے پیر کو دوسرے مشائخ سے افضل سمجھے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ صاف طور پر باطل ہے وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ یعنی ہر ذی علم پر بڑا عالم موجود ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ افضلیّت دو قسم کی ہے۔ ایک اختیاری ہے" اور اس صورت میں افضل سمجھنے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے پیر کو اپنے حق میں دوسروں کی نسبت زیادہ نفع رساں سمجھے۔ اور یہ صحیح ہے۔ دوسری بے اختیاری۔ اور وہ سُکر اور کثرت محبت کے ثمرات سے ہے۔ پس جب محبت کامل ہوگئی تو محب کی نظر میں غیر محبوب کے فضائل اپنے محبوب کے فضائل کی نسبت ہیچ نظر آنے لگتے ہیں اور اس میں وہ عشق کی مستی کے باعث معذور ہے۔ اور ان دو تاویلوں کے سوا اس بات کے کوئی اور معنی نہیں ہیں۔

**مسئلہ** ۔ مرید کو شیخ پر اعتراض کرنا نہیں چاہئے۔ کیونکہ یہ فیض پہنچنے کے منافی ہے۔ اسکی دلیل حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضر علیہم السلام کا قصہ ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ نے جب حضرت خضرؑ سے فیض کی التجا کی تو حضرت خضرؑ نے اُن سے اس بات کا عہد لے لیا کہ میں جو کام کروں اس پر تم کو اعتراض نہ کرنا ہوگا۔ چنانچہ اُن کا قول یہ ہے ۔ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا كَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا یعنی پہلے خضرؑ نے کہا کہ تجھ سے صبر نہ ہو سکے گا۔ اور تو اس بات پر کیونکر صبر کرے جسکی حکمت سے تجھ کو اطلاع نہیں ہے۔ اسکے جواب میں موسیٰؑ نے کہا انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ تو خضرؑ نے کہا۔ فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا مجھ سے میرے کسی کام کی نسبت سوال نہ کرنا تاوقتیکہ میں خود تم سے اسکا حال بیان نہ کروں۔ آخر موسیٰؑ کے اعتراض کے باعث جدائی ہوگئی۔ قَالَ هَٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ یعنی خضرؑ نے کہا تو یہ مجھ میں اور تجھ میں جدائی ہے۔ موسیٰؑ نے خضرؑ پر جو اعتراض کئے تھے تو ظاہری شرع کی رو سے کئے تھے۔ ان کو ان امور کی حکمت کا علم نہ تھا۔ اس لئے حضرت خضرؑ نے کہا۔ یہ لو مجھ میں اور تجھ میں جدائی ہے۔

**فائدہ** ۔ یہ ذکر ایسے شیخ کے متعلق ہے۔ جو صاحب استقامت اور تقویٰ ہو۔ اگر اس سے عمر بھر میں کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو خلاف شرع ہو۔ تو اس صورت میں شیخ پر اعتراض نہ کرے بلکہ

تاویل کرے۔ اگر ہوسکے تو عذر پر محمول کرے۔ اگر کوئی ناجائز قول اُسکے منہ سے نکل گیا ہو تو اُسکو سُکر یا مجاز یا اپنے معنی نہ سمجھنے پر محمول کرے اور اگر بلا شبہ کسی گناہ ہی کا ارتکاب ہو تو بھی اُس ولی کا انکار نہ کرے گو خود اُس عمل کو ناپسند کرے۔ کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے القطب قد یزنی یعنی قطب بھی کبھی زنا کر بیٹھتا ہے۔ ماعز رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے۔ جنسے بزور تقدیر زنا کا ارتکاب ہوگیا۔ اُن کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق بخشی۔ کہ اپنے آپ کو سنگسار کرنے کے لئے پیش کردیا۔ اگر کوئی شخص ایسا ہے جس کا شعار ہی فسق ہے۔ وہ یقیناً ولی نہیں ہے اس لئے اُس کے قول و فعل کی تاویل ضروری نہیں۔

**اعتدال سے زیادہ تعظیم مذموم ہے** | **مسئلہ** جس طرح شیخ کے آداب میں کمی اور تقصیر حرام ہے۔ اسی طرح اس میں حد سے بڑھ کر زیادتی کرنا بھی بہت بُرا ہے جس سے جناب الٰہی کے آداب میں کمی لازم آتی ہے۔ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم میں اسقدر افراط کیا ہے کہ اُنکو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے آداب میں کمی لازم آئی۔ اور رافضی لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعظیم میں افراط اختیار کی ہے چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اُن میں حلول کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وحی انکی طرف آئی تھی۔ اور بعض انکو اصحاب ثلثہ سے بہتر کہتے ہیں جس سے خداوند تعالیٰ یا رسول خدا صلعم یا اصحاب ثلاثہ کے آداب میں کمی لازم آئی۔

**اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہوتا** | **مسئلہ** ۔ اولیا کو علم غیب نہیں ہوتا۔ ہاں بعض غائب چیزوں کے متعلق خرق عادات کے طور پر کشف سے یا الہام سے اُنکو علم دیا جاتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ اولیا رکرام کو غیب کا علم ہے کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُل لَّآ اَقُولُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ یعنی کہدو اے محمد صلعم کہ میں تم کو یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں جسکو چاہوں دوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں"۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ یعنی انبیاء اور ملائکہ وغیرہم خدا کے علم کے کسی حصے کا احاطہ نہیں رکھتے۔ مگر اس کا جسکا خدا چاہے اور اُسکا اُن کو علم بخشے۔ اور دوسری آیات اس مدعا کی شاہد ہیں۔

**غیر اللہ سے مراد کا طلب کرنا کفر ہے** | **مسئلہ** ۔ اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول صلعم اس بات پر گواہ ہیں۔ وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اولیاء کرام معدوم کو پیدا کرنے یا موجود کو نابود کرنے پر قادر

---

لہ مثلاً شیخ کہے کہ ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں تو اس سے حقیقی معنی مراد نہ لینے چاہئیں۔ کیونکہ اگر حقیقی معنی لئے جائیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ ایک ایسی صفت کا دعویٰ کرتا ہے جو خداوند تعالیٰ سے خاص ہے۔ بلکہ مجازی معنی پہلے سمجھنے چاہئیں۔ اور وہ یہ کہ جن میں ایمان کی روح نہیں ہے اُن کو مجاہدہ اور ریاضت سے زندہ کر دیتے ہیں یعنی ان میں کمال ایمان اور حق الیقین کی روح ڈال دیتے ہیں۔ مترجم۔

نہیں ہیں۔ اسلئے پیدا کرنے نابود کرنے ۔ رزق پہنچانے ۔ اولاد دینے ۔ بلا دور کرنے مرض سے شفا بخشنے وغیرہ کی نسبت اُن سے مدد طلب کرنا کفر ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہی قُل لَّا اَملِكُ لِنَفسِي نَفعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یعنی کہہ دے اے محمد کہ میں اپنے آپ تک کے لئے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں ۔ مگر جو خدا چاہے ۔

**غیر اللہ سے امداد چاہنا جائز نہیں** | مسئلہ ۔ خدا کے سوا کسی کی عبادت کرنا جائز نہیں اور نہ خدا کے سوا کسی سے امداد چاہنا جائز ہے ۔ اِيَّاكَ نَعبُدُ وَاِيَّاكَ نَستَعِينُ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کو تعلیم دیتا ہے کہ وہ یوں کہا کریں ۔ کہ یا الٰہی ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں ۔ لفظ اِيَّاكَ حصر کے لئے ہے پس اولیاء کرام کی نذر ماننا جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے ۔ اگر کوئی ایسی نذر مانے ۔ تو چاہئے کہ اُس کو پورا نہ کرے ۔ کیونکہ مقدور بھر گناہ سے بچنا واجب ہے اور قبروں کے گرد گھومنا بھی جائز نہیں ۔ کیونکہ بیت اللہ کا طواف نماز کا حکم رکھتا ہے ۔

**غیر اللہ سے دعا مانگنا جائز نہیں** | مسئلہ ۔ فوت شدہ یا زندہ اولیا اور انبیاء سے دُعا مانگنا جائز نہیں ۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے الدعاء هو العبادة یعنی خدا تعالیٰ سے دعا مانگنا عبادت ہے ۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اُدعُونِي اَستَجِب لَكُم اِنَّ الَّذِينَ يَستَكبِرُونَ عَن عِبَادَتِي سَيَدخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کرتا ہوں ۔ بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں ۔ عنقریب ہے کہ وہ بحالت ذلت دوزخ میں پڑیں گے ۔

**شیئاً للہ کا وظیفہ کفر ہے** | مسئلہ ۔ وہ جو بعض جاہل لوگ کہتے ہیں ۔ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یا یوں کہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ جائز نہیں ہے ۔ بلکہ شرک و کفر ہے اور اگر یوں کہیں "یا الٰہی بحرمت خواجہ شمس الدین پانی پتی حاجت من روا کن" تو کوئی مضائقہ نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَالَّذِينَ يَدعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمثَالُكُم یعنی جن سے تم دعا مانگتے ہو سوا خدا تعالیٰ کے وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں اُنکو کیا قدرت ہے کہ کسی کی حاجت بر آری کریں ۔ اگر کوئی کہے کہ یہ کفار کے حق میں ہے جو بتوں کو یاد کرتے تھے تو جواب یہ ہے کہ دون اللہ کا لفظ عام ہے اور لفظ معتبر ہے نہ خصوص محل اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ذِكرُ الاَنبِيَاءِ مِنَ العِبَادَةِ وَذِكرُ الصَّالِحِينَ كَفَّارَةٌ وَذِكرُ المَوتِ صَدَقَةٌ وَذِكرُ القَبرِ تُقَرِّبُكُم مِنَ الجَنَّةِ یعنی انبیاء کا ذکر کرنا عبادت ہے اور صالحین یعنی ولیوں کا ذکر کرنا گناہوں کا کفارہ ہے اور موت کو یاد کرنا

صدقہ ہے اور قبر کو یاد کرنا بہشت کے قریب کرتا ہے۔ اسکو صاحب مسند الفردوس نے حضرت معاذ
رضی اللہ عنہ سے بسند ضعیف روایت کیا ہے وَذِکْرُ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ یعنی ذکر علی مرتضیٰؓ کا عبادت ہے اسکو
صاحب مسند الفردوس نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بسند ضعیف روایت کیا ہے مراد اس ذکر سے
ذکر کرنا اُن کے بلند رتبے کا اور ذکر ان کے احوال اور اخلاق اور سیرت کا ہے تاکہ لوگ انکی محبت دل
میں قائم کریں جو خدا کی محبت کا ثمرہ ہے اور اُنکے احوال اور اخلاق وسیرت کی پیروی کریں اور اُنکی
عادات کی مخالفت سے پرہیز کریں مگر یہ کہ محمد صلعم کا ذکر خدا تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ اذان اور اقامت
اور تشہد وغیرہ میں عبادت ہے۔ لقولہ تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ یعنی اے محمد ہم نے تیرا ذکر بلند
کر دیا۔ کلمہ۔ اذان۔ تشہد میں تیرا نام ہمارے نام کے ساتھ آتا ہے۔ نہ اسکے سوا کسی اور کا ذکر پس اگر
کوئی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اور اسکے ساتھ یہ الفاظ شامل کرے کہ علیؓ ولی اللہ یا ابوبکر ولی اللہ
تو اسکو تعزیر لگائی جائیگی۔ اور محمد صلعم کا ذکر بھی اس طریقہ پر جو شرع میں وارد نہیں ہوا جائز نہیں چنانچہ کوئی
بطور وظیفہ یا محمدؐ یا محمدؐ یا محمدؐ پڑھتا رہے تو یہ ناجائز ہے۔

**ولایت کو نبوت سے افضل جاننا باطل ہے** | مسئلہ۔ کوئی ولی انبیا کے ادنیٰ درجہ
کو بھی نہیں پہونچ سکتا۔ اس مسئلہ پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اس بات کا قائل ہونا کہ ولایت نبوت
سے افضل ہے باطل ہے اور اسکی یہ تاویل بھی کہ نبی کی ولایت نبوت سے افضل ہے کشفاً باطل ہے۔

مسئلہ۔ کوئی ولی نبی کے رتبہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ اور شرعی پابندیاں اس سے ساقط نہیں
ہوسکتیں۔ بلکہ پابندیوں اور تکالیف کا اُسکو بکثرت ہونا بلندی درجہ کی دلیل ہے تبلیغ احکام انبیا
پر واجب ہے۔ نبی صلعم پر ایک روایت کی رو سے تہجد کی نماز واجب تھی۔ اور ایک روایت سے
چاشت کی نماز اور فجر کی سنتیں بھی واجب تھیں۔

**اولیاء کو معصوم جاننا کفر ہے** | مسئلہ عصمت یعنی تقصیر سے پاک ہونا انبیاء کا خاصہ
ہے۔ اولیا کی نسبت ایسا کہنا کفر ہے۔ اصطلاح میں عصمت سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص سے صغیرہ
وکبیرہ گناہ عمداً یا بھول سے سرزد ہونا۔ اور فتور عقل۔ سوتے یا جاگتے غفلت یا ہذیان وسکر ممکن نہ
ہو۔ اور یہ انبیا میں ضروری ہے۔ یہاں تک کہ اس میں شبہہ کی کچھ گنجائش نہیں۔ انبیاء کے سوا
کسی اور سے اس صفت کا منسوب کرنا خلاف اجماع ہے۔

**صحابہ اولیاء اُمت سے افضل ہیں** | مسئلہ صحابہ کرام اولیاء اُمت سے افضل ہیں
اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں فرمایا ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ رسول خدا صلعم

نے فرمایا ہے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ یعنی سب سے اچھا زمانہ میرا ہے۔ پھر جو اس سے متصل ہے۔ اور اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ الصحابۃ کلھم عدول یعنی تمام صحابہؓ عادل ہیں۔ عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ جو تابعین میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں الغبار الذی دخل انف فرس معاویۃ خیر من اویس القرنی و عمر المروانی یعنی وہ غبار جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوا تھا۔ وہ اویس قرنی اور عمر مروانی ابن عبدالعزیز سے اچھا ہے۔

**مسئلہ** - اولیاء کی قبریں بلند کرنا اور انپر گنبد تعمیر کرنا اور عرس وغیرہ رسوم اور چراغاں کرنا سب بدعت ہیں بعض امور انمیں سے حرام ہیں اور بعض مکروہ۔ رسول اللہ صلعم نے قبر کے پاس شمع جلانیوالوں اور سجدہ کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔ اور فرمایا کہ میری قبر کو عیدگاہ اور مسجد نہ بنانا مسجد میں سجدہ کیا جاتا ہے اور عید کا دن سال بھر میں ایک دن کے مجمع کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا تاکہ اونچی قبروں کو برابر کر دیں۔ اور جہاں کوئی تصویر بنی ہوئی ہو اسکو مٹا دیں۔

**مسئلہ** - زیارت قبور کے وقت سنت یہ ہے کہ کہے السلام علیکم یا اھل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون نسال اللہ لنا ولکم العافیۃ یعنی السلام علیکم اے قبروں کے رہنے والو مومنو اور مسلمانو - اور انشاء اللہ ہم بھی تمھارے پاس آ پہونچنے والے ہیں ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمھارے لئے عافیت چاہتے ہیں۔

**مسئلہ** - پیغمبر خدا صلعم اور اولیاء کرام کے مقابر کی زیارت کرنے میں طہارت کاملہ مستحب ہے اور متواتر درود شریف پیغمبر خدا صلعم اور اسکے اتباع پر بھیجنا چاہئے اور نماز یا روزہ یا کوئی اور صالح عمل جب اس سے بیشتر خالص نیت سے کیا ہو۔ اسکا ثواب بخشے اور اپنا دل حاضر رکھے اور بخشوع و خضوع ہو اور جناب الٰہی سے انکی محبت اور اُن کے طریقہ کی اتباع کی التجا کرے۔ اگر صاحب نسبت ہو تو اپنا دل تمام دوسرے خیالات سے فارغ کر کے صاحب قبر سے فیض حاصل کرنے کیلئے مراقبہ کرے۔ اور قبروں کے پاس قرآن شریف پڑھنے میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔

# مقام سوم

## کاملوں اور مرشدوں کے آداب کا بیان

### فصل اوّل - کاملوں کو بھی طلب مزید لازم ہے۔

خداوند تعالیٰ کا قرب طلب کرنے میں قناعت کسی صورت میں نہیں چاہئے۔ بلکہ جناب الٰہی سے

التجا کرے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے۔ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا یعنی اے میرے پروردگار میرا علم بڑھادے۔ مجاہدہ میں سستی اور کوتاہی نہ کرے۔ جب تک جان باقی ہے۔ مجاہدہ بھی باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ یعنی اے محمد اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو۔ یہانتک کہ موت آجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر قیام کرتے کہ آپؐ کے پاؤں میں ورم آجاتا۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلعم خدانے آپ کی اگلی پچھلی سب تقصیریں معاف کردیں (یہاں تقصیر سے مراد ترک اولی ہے) آپؐ نے فرمایا افلا اکون عبدًا شکورًا آیا میں پورا شکرگذار بندہ نہ بنوں۔

**مسئلہ** ۔ اگر کوئی کامل کسی دوسرے کو اپنے سے زیادہ کامل دیکھے تو چاہئے کہ اُس سے فیض حاصل کرے بلکہ اگر اپنے سے کم درجہ والے کسی شخص میں بھی کوئی خصوصیت یا خوبی دیکھے تو چاہئے کہ وہ بھی طلب کرے۔ جیسے کہ موسیٰؑ نے خضرؑ سے طلب کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو یہ درود سکھایا اللھم صل علی محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید یعنی اے اللہ! حضرت محمد کی آل پر رحمت بھیج جس طرح تونے حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت بھیجی بیشک تو حمید ومجید ہے۔ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ محمد صلعم کی تعین کا مبدء خالص محبوبیت ہے۔ اور ابراہیم کی تعیین کا مبداء خلّت ہے جو تعین محمدی کے پایہ کا ایک زینہ ہے۔ ولایت محمدی والے کو ولایت ابراہیمی ضروری ہے جو اُس کے درجہ کا زینہ ہے۔ لیکن چونکہ خالص محبوبیت مقتضی ہے کہ محبوب پایہ کے زینہ پر توقف نہ کرے۔ اور مقام خلت میں بھی بڑی فضیلت ہے۔ گو کہ محبوبیت خالص کے پایہ کا یہ ایک زینہ ہے۔ رب العالمین نے چاہا کہ مقام خلّت کی بزرگی بھی بعض پیروان محمدؐ کو حاصل ہوجائے۔ تاکہ وہ منصب عالی بھی اس سرورِ محبوباں کے زیرنگیں ہوجائے۔ فان العبد ومافی یدہ ملک لمولاہ یعنی غلام خود اور اُسکے ہاتھ کا سارا مال اُس کے مالک کی ملک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہزار سال کے بعد یہ دعا قبول فرمائی حضرت مجددؒ کو جو آنحضرتؐ کے یک متبع ہیں آپ کے اتباع کی بدولت اس درجہ سے سرفراز فرمایا۔ نافہم لوگ آنحضرت صلعم کی اس بات پر اعتراض کرتے ہیں۔ بیت گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ÷ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کلمۃ الحکمۃ ضالۃ لمومن فحیث وجدھا فھو احق بھا یعنی کلمہ حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ جہاں وہ اسکو پائے وہ اُسکو حاصل کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔

مسئلہ ۔ اولیاء کامل جو ارشاد اور تکمیل کی قدرت رکھتے ہوں ۔ انکو چاہئے کہ لوگوں کو اپنے فیض کی طرف توجہ دلائیں تاکہ لوگ اُن سے فیض حاصل کریں اور لوگوں کے طعن اور انکار کی پروانہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایزال من امتی امة قائمة بامر اللہ لایضرھم من خذلھم ولا من خالفھم یعنی "میری اُمت میں سے ہمیشہ ایک جماعت خدا کے کام یعنی لوگوں کی ہدایت اور ترویج دین پر کمر بستہ رہے گی ۔ اور اُن کی مدد نہ کرنے والا اُن کو نقصان نہیں پہنچائے گا اور نہ وہ شخص جو اُنکی مخالفت کریگا" لوگوں کو حق کی طرف بلانا انبیاء کی سنت ہے اور اولیاء کرام انبیا علیہم السلام کی نیابت سے یہ کام کرتے ہیں ۔ اسلئے اس اعلیٰ منصب کو بیوقوف لوگوں کے انکار پر ترک نہ کریں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْا بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ یعنی اگر تجھے جھٹلاتے ہیں تو کچھ غم نہ کر تجھ سے پہلے بھی لوگوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا ہے ۔ حالانکہ انھوں نے معجزے ۔ صحیفے اور روشنی بخشنے والی کتاب وغیرہ نبوت کی شہادتیں پیش کیں ۔ حدیث فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلٰى اَدْنَاكُمْ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ فِي الْمَاءِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ یعنی عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ آدمی پر ۔ بیشک اللہ تعالیٰ اور اُسکے فرشتے اور اہل آسمان اور اہل زمین یہانتک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی پانی میں لوگوں کو نیکی کا سبق دینے والے پر درود بھیجتے ہیں ۔

مسئلہ ۔ جو شخص ولایت اور ارشاد کا جھوٹا دعوی طلب جاہ و مال کے لئے کرے وہ مسیلمہ کذاب کیطرح شیطان کا خلیفہ ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اور کون ہے زیادہ ظالم اس شخص سے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھا یا کہا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے ۔ حالانکہ اُس پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی ۔ اور وہ شخص جس نے کہا میں بھی ویسا ہی کلام نازل کرونگا جیسا کہ خدا نے نازل کیا ہے " کہ وہ شیطان کی طرح لوگوں کو راہ خدا سے روکتا ہے ۔ نعوذ باللہ منہا ۔

مسئلہ ۔ اولیاء کو جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو جو اُن پر ہوا ہو اور اس درجہ مرتبہ قرب الٰہی کو جو اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے عطا کیا ہو اُسکا اظہار کریں ۔ چنانچہ غوث الثقلین کے قصائد اور حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور شیخ اکبر کی تصنیفات ان سے پُر ہیں ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنی اپنے پروردگار کی نعمت کا ذکر کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الحدیث بالنعمة شکر یعنی خدا کی دی ہوئی نعمت کا ذکر کرنا بھی شکر ہے اور اُس کا ترک کرنا کفران نعمت ہے۔ ابن جریر تفسیر میں ابی بسرہ غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان یعنی صحابہ کرامؓ جانتے تھے کہ شکر نعمت یہ ہے کہ اس نعمت کا اظہار کیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۔ یعنی اگر تم شکر کرو گے تو میں تمھاری نعمت بڑھاؤں گا۔ اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یاد رکھو میرا عذاب سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفران نعمت پر عذاب شدید کی دھمکی دی ہے۔ دیلمی نے فردوس میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے کہ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا الحمد لِلّٰهِ الَّذِي صَيَّرَنِي لَيْسَ فَوْقِي أَحَدٌ یعنی تمام تعریف اُس اللہ کیلئے ہے جس نے مجکو یہ رتبہ بخشا ہے کہ کوئی مجھ سے اوپر نہیں ہے پھر جب منبر سے اُترے تو لوگوں نے اس کام کی وجہ پوچھی۔ فرمایا میں نے یہ کلام صرف شکر نعمت کے طور پر کیا ہے ابن ابی حاتم نے قیم سے روایت کی ہے کہ میں نے حسن ابن علی رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور مصافحہ کیا۔ پھر اُن سے میں نے "واما بنعمۃ ربک فحدث" کی تفسیر پوچھی۔ فرمایا اگر کوئی مرد مسلمان کوئی نیک کام کرے تو اپنے گھر والوں سے اسکا ذکر کرے۔ اس بارہ میں احادیث اور صحابہ و سلف صالحین کے اقوال بہت مروی ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کی پاکیزگی پر فخر کرنے پر منع فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ لَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ۔ یعنی اپنے نفسوں کی پاکیزگی کو بیان نہ کیا کرو۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ تزکیہ نفس اور اظہار نعمت بظاہر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ مگر فی الحقیقت ان میں بڑا فرق ہے۔ اگر کمالات کو اپنے نفس سے منسوب کرے اور انکو خالق لایزال سے منسوب کرنا فراموش کر دے تو وہ تزکیہ نفس اور تکبر ہے جو مذموم ہے۔ اور اگر اُسکو خدا تعالیٰ سے منسوب کرے اور اپنے آپ کو فی نفسہ منشاء شر سمجھے اور ان خوبیوں کے ساتھ اپنا متصف ہونا خالص خدا کی قدرت اور مرضی پر موقوف سمجھ کر خدا کا شکر بجا لائے تو اسکو اظہار نعمت کہتے ہیں۔ یہ معنی ہر چند کہ عوام کی نظروں میں ملتا جلتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی نظر میں ملتا جلتا نہیں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ یعنی اللہ تعالیٰ مفسد کو مصلح سے علیحدہ جانتا ہے۔ اولیاء اللہ جو نفس کے بُرے خصائل سے پاک ہوتے ہیں۔ اُن سے اظہار نعمت ہی کی توقع ہو سکتی ہے۔ اس لئے یہ امر اگر متقی لوگوں سے ظاہر ہو تو اُنپر اعتراض نہ کرنا چاہئے کیونکہ حسن ظن کا حکم آیا ہے۔ لیکن مرید کو چاہئے کہ نفس کے مکر سے مطمئن نہ رہے اور اپنے کمالات کو خیال میں نہ لائے اور اپنے نفس کو ہمیشہ تہمت لگاتا رہے۔ اور جب درجہ تکمیل کو پہونچے اور اکابر کی

شہادت سے اور الہامات متواترسے ملہم ہو۔ اسوقت اظہار کرے۔ تاکہ لوگ اُسکے مرتبہ کو پہچانکر اُس سے مستفید ہوں۔ اور اُن کمالات کے مشتاق ہوں۔

# فصل دُوم۔ شیخ کا مُرید سے سلوک کا بیان

مسئلہ۔ شیخ کو چاہئے کہ طریقہ کے بیان کرنے میں پوری دلچسپی لے۔ مریدوں پر مہربان رہے۔ یہ رسول اللہ علیہ وسلم کی صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ یعنی البتہ آیا تمہارے پاس رسول تم میں سے دشوار ہے اُسپر تمہارا رنج کرنا۔ وہ دلدادہ ہے تمہاری ہدایت کا مسلمانوں پر کمال مہربان ہے" شیخ کو چاہئے کہ ترشرو نہ ہو۔ مُریدوں کو سخت سُست نہ کہے مگر اسلام کے متعلق نصیحت نرمی اور شفقت سے کرے۔ درشتی اور سخت گوئی نہ کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی دستور تھا اگر اپنے بارہ میں اُنکو قصوروار پائے تو معاف کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا یعنی چاہئے کہ معاف کرے اور اُن کے قصوروں سے درگذرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ یعنی خدا کی رحمت کے بسبب جو تجھ پر ہے۔ تو ان پر نرم دل ہے۔ اور اگر تو ان کے لئے ترشرو اور سخت دل ہوتا۔ تو ضرور تتر بتر ہو جائیں تیرے گرد سے پس معاف کر ان کی تقصیرات اور خدا سے مغفرت طلب کر اور کام میں ان سے مشورہ کر۔ اور مخلوق کی رضامندی کے لئے طالبان خدا کو دور کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم یعنی ان لوگوں کو دور نہ کر جو صبح و شام خدا کو یاد کرتے ہیں۔ الی قولہ تعالےٰ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ○ یعنی اگر تو اُنکو دور کردیگا تو ظالموں میں سے ہوگا۔ اور مریدوں سے مالی یا بدنی منفعت کی توقع نہ ہونی چاہئے کیونکہ ارشاد عبادت ہے اور عبادت پر اُجرت لینا جائز نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا یعنی نہ پھیر اپنی آنکھیں تو اُن سے بحالیکہ تو حیات دنیا کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو۔ اور رہنمائی میں اُجرت کی نیت نہ کرے مگر خدا پر قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ یعنی کہدے اے محمدؐ میں تم سے اپنی محنت کا کوئی صلہ یا اُجرت نہیں مانگتا۔ تحقیق میری اُجرت یا صلہ تو محض اللہ تعالیٰ پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقت کی ایذا پر صبر کرتے تھے اور فرماتے تھے رحم اللہ تعالیٰ اخی موسیٰ لقد اوذی اکثر

من هذا فصبر یعنی رحم کرے اللہ تعالیٰ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر ان کو اس سے زیادہ ایذا پہونچائی گئی تھی۔ جسپر انھوں نے صبر کیا۔ حضرت ایشاںؒ[1] شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیر بزرگوار حضرت نور محمد بدایونی رضی اللہ عنہ کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے آپ کو آنحضرت کے مریدوں سے بیان کرتا تھا۔ ایک دن اُس شخص نے بدبختی میں آکر آنحضرت کے حضور میں سخت بے ادبی کی اور بہت بُرا بھلا کہا جس کے جواب میں آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ دوسرے دن وہ شخص حاضر ہوا تاکہ آنحضرت سے توجہ اور استفادہ حاصل کرے۔ میں نے چاہا کہ اسکو سزا دوں۔ آنحضرت نے مجکو منع کیا۔ اور اس شخص پر اسطرح متوجہ ہوئے جسطرح دوسرے مخلصوں پر توجہ فرمائی تھی۔ فقیر اس بات سے بہت تنگدل ہوا اور اسکو تمام مخلصوں کے برابر سمجھنے کے باعث آنجناب کی خدمت میں ملتمس ہوا۔ تو فرمایا مرزا صاحب اگر میں اسکو سرزنش اور ملامت کرتا اور توجہ نہ دیتا۔ تو مجھ سے اللہ تعالیٰ پوچھتا کہ میں نے تیرے سینے میں ایک نور امانت رکھا تھا۔ اور میرے بندوں میں سے ایک اس نور کو طلب کرنے آیا۔ تو نے اُسکو کیوں محروم رکھا تو اسوقت میں کیا یہ جواب دیتا۔ کہ الٰہی اس آدمی نے مجکو گالی دی تھی۔ اس لئے میں نے اسکو محروم رکھا۔ اور کیا یہ جواب مقبول ہوتا۔ کچھ مدت تک میں تنگدلی کے ساتھ خاموش رہا۔ تو تھوڑے دنوں بعد آنجناب نے فرمایا کہ اے بچّہ اگرچہ میں نے اسکو مخلصوں کیطرح توجہ دی ہے۔ مگر حق تعالیٰ منافق کو کب مخلص کے برابر جانتا ہے واللہ یعلم المفسد من المصلح کام کی حقیقت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فیض صرف مخلص اور مؤدب دوستوں کو پہنچتا ہے۔ اس قصہ ہی کی مثال ہر کہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے جنازہ کیلئے جس نے بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کی تھی۔ اُسکے بیٹے نے جو مومن مخلص تھا جناب حضرت صلعم کی خدمت اقدس میں التجا کی۔ کہ آنحضرتؐ اسکے لئے نماز جنازہ پڑھیں اور اُسکے لئے بخشش مانگیں۔ آنحضرتؐ نماز جنازہ کیلئے کھڑے ہوگئے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مانع ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ وہی شخص ہے کہ فلاں روز ایسا کہا ویسا کہا۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ یعنی اگر تو ستر بار بھی منافقوں کیلئے مغفرت طلب کرے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ ہرگز اُنکو نہیں بخشے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نہ سنا اور فرمایا کہ میں اسکے لئے ستر دفعہ سے بھی زیادہ بخشش طلب کرونگا۔ آخر الامر آنحضرت صلعم نے اسکی نماز جنازہ پڑھی۔ اور اس منافق کے حق میں اللہ تعالیٰ نے استغفار قبول نہ کی اور آیت نازل ہوئی لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ یعنی منافقوں میں سے کسی کیلئے کبھی نماز جنازہ نہ پڑھ اور اُسکی قبر پر مت کھڑا ہو۔

[1] یہ اشارہ قاضی صاحب کے مرشد حضرت مرزا مظہر جان جاناں رح کی طرف ہے۔ مترجم۔

پھر ایک اور آیت نازل ہوئی اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۔یعنی تو منافقین کیلئے استغفار کر یا نہ کر حق تعالیٰ اُن کو ہرگز نہیں بخشے گا۔اس کے بعد آنحضرت صلعم نے کسی منافق کے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی۔

**مسئلہ** ۔مسند نشین پیر کو چاہئے کہ باوقار رہے۔اور کھیل و تماشہ اور زیادہ میل جول کی راہ نہ نکالے۔اگر اسکی شوکت و عظمت مرید کی نظر میں کم ہوگئی تو اُن پر فیض کا دروازہ بند ہو جائیگا رسول اللہ صلعم کے حق میں مروی ہے کہ مَنْ يَّرَاهُ عَنْ بَعِيْدٍ هَابَهٗ وَمَنْ يَّرَاهُ عَنْ قَرِيْبٍ اَحَبَّهٗ یعنی جو شخص آپکو دور سے دیکھتا تھا۔اُسکے دل میں آپکی ہیبت سما جاتی تھی اور جو شخص آپکو قریب سے دیکھتا تھا اُسکے دل میں آپ کی محبت گھر کر لیتی تھی۔

**مسئلہ** ۔بعض مریدوں کو بعض پر ترجیح نہ دے۔مگر اس شخص کو جسے خدا کی طلب زیادہ ہو۔ ابن اُم مکتوم نابینا آنحضرت صلعم کے اصحاب کرام میں سے تھے۔ایک روز آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور عرض کیا۔کہ یا رسول اللہ صلعم آپکو خداوند تعالیٰ نے جو علم بخشا ہے مجھکو سکھائیے۔اُسوقت قریش کے رؤسا آنحضرتؐ کے حضور میں بیٹھے تھے۔اور آپ انکو خدا تعالیٰ کیطرف ترغیب و ترہیب اور دعوت دینے میں مشغول تھے۔آنحضرت صلعم نے ابن اُم مکتوم کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔چونکہ وہ نابینا تھے اسلئے انھوں نے بار بار باآواز عرض کیا۔آنحضرتؐ نے انکی بات پر توجہ نہ کی اور رؤسا کی بات میں مشغول ہونے میں حکمت یہ تھی کہ اگر وہ ایمان لے آتے تو جماعت کثیر مشرف باسلام ہو جاتی۔ابن اُم مکتوم مخلص آدمی تھے اُنکی تعلیم میں اگر دیر بھی ہو جاتی تو کوئی نقصان نہ تھا۔تاہم یہ عتاب نازل ہوا عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى یعنی ترشروئی کی اور منھ پھیر لیا جبکہ اسکے پاس نابینا آیا۔اس غرض کیلئے یہ آیت نازل ہوئی کہ جو شخص خدا طلبی کیلئے زیادہ محکم ہو۔اسکی تعلیم میں کوشش کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو فرمایا یَا دَاؤدُ اِذَا رَاَيْتَ لِيْ طَالِبًا فَكُنْ لَّهٗ خَادِمًا یعنی اے داؤد جب تجھ سے میرا طالب ملے۔تو تو اس کا خادم ہو جا۔

**مسئلہ** ۔اور نیز صاحب ارشاد کو چاہئے کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو خلق اللہ کی بے اعتقادی کا باعث ہو۔جیسے کہ فرقہ ملامتیہ نے اسکو جائز رکھا ہے کہ یہ طریقہ منصب ارشاد میں خلل انداز ہے اسلئے صوفیہ کہتے ہیں کہ رِيَاءُ الْكَامِلِيْنَ خَيْرٌ مِّنْ اِخْلَاصِ الْمُرِيْدِيْنَ یعنی کاملوں کی ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔ارشاد کا منصب ایک بہت بڑا منصب ہے۔یہ تو رسول اللہ صلعم کی نیابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا

مُنِیرًا۔ یعنی ہم نے تجھ کو بھیجا تاکہ تو اُمت کے اعمال پر شاہد ہو۔ نیکو کاروں کو خوشخبری دے اور بدکاروں کو دوزخ سے ڈرائے۔ اور خدا کے اذن سے اسکی طرف راہ دکھائے۔ اور تو روشن کرنیوالا چراغ ہو۔ ارشاد کا ثواب تمام عبادتوں کے ثواب سے زیادہ ہے۔ دارمی نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے دو آدمیوں کے حال کی بابت دریافت کیا جو بنی اسرائیل میں سے تھے ایک عالم تھا جو فرض نماز پڑھتا تھا اور پھر مخلوق کی تعلیم میں مشغول رہتا تھا۔ دوسرا تمام شب نماز میں کھڑا رہتا تھا اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس عالم کی فوقیت اس عابد پر ایسی ہے جیسی میری فوقیت ایک ادنیٰ آدمی پر۔

# مقام چہارم

## قربِ الٰہی کے اسباب اور اُسکی ترقی کا بیان

جاننا چاہئے کہ قربِ الٰہی کا سبب جذب یعنی خدا تعالیٰ کا اپنے بندے کو اپنی طرف کھینچنا ہے۔ یہ جذب کبھی بلا واسطہ کے ہوتا ہے اسکو اجتبا کہتے ہیں اور اکثر کسی امر کے توسط سے ہوتا ہے اور وہ متوسط بحکم استقراء دو چیزیں ہو سکتی ہیں۔ ایک عبادت۔ دوسری انسان کامل کی صحبت۔ اسلئے جذب الٰہی جو عبادت کے توسط سے ہو۔ اُسکو عبادت کا ثمرہ کہتے ہیں اور جو صحبت کے توسط سے ہو اُسکو تاثیر شیخ کہتے ہیں۔ یہ کلام علت فاعلی میں ہے اور علت غائی استعداد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے انسان میں رکھی ہے اور جس کی خبر کلام مجید بھی دیتا ہے کہ فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا یعنی پیدائش جس پر حق تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے ما من مولود الا و قد یولد علی الفطرۃ ثم ابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ یعنی جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اسلام کی قابلیت پر پیدا ہوتا ہی پھر اُسکے ماں باپ اُسکو یہودی۔ نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں انسانی استعدادیں مختلف ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ یعنی انسان کی جنس کان ہے۔ جیسے سونے چاندی کی کانیں کہیں سے سونا نکلتا ہے کہیں سے چاندی کہیں سے لوہا وغیرہ اور قرب الٰہی کے موانع رذائل نفس جنس عناصر غفلت اور عالم امر کے لطائف ہیں۔ عبادت اور انسان کامل کی صحبت جیسے حصول قرب کا باعث ہیں۔ ویسے ہی دونوں چیزیں رفع موانع کی علت ہیں۔

### فصل۔ آفاقی اور انفسی سیر کا بیان

اوپر کے بیان سے واضح ہو گیا کہ ناقصوں کو تحصیل کمال کیلئے دو چیزیں بس ضروری ہیں۔ ایک کسب

جس سے مراد عبادات اور ریاضت ہی جیسے کہ شیخ کامل و مکمل تجویز کرے۔ جو موانع کو رفع کردے اور نفس و عناصر کو پاک اور لطائف عالم امر کو صاف کرے۔ جو لطائف عالم خلق کی مصاحبت سے تاریک ہو گئے ہوں۔ اور اپنے آپکو اور اپنے خالق کو فراموش کر چکے ہوں۔ دوم جذب شیخ کامل مکمل جو نسبت اور قرب الہٰی بخشتا ہے اور پستی سے بلندی تک پہنچاتا ہے۔ اور اولیاء اکثر طریق سلوک کو جذب پر مقدم رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ رفع موانع کو تحصیل مقاصد سے مقدم سمجھتے ہیں۔ اسلئے مرید کو اذکار و ریاضت نفسی کا حکم دیتے ہیں اور اپنے تصرف کو اسکی امداد میں متوجہ رکھتے ہیں تاکہ عالم امر کے لطائف پاک و صاف ہو جائیں۔ اور نفس توبہ، انابت۔ زہد۔ توکل۔ صبر اور رضا وغیرہ اخلاق حسنہ اور تمام مقامات عشرہ سے متصف ہو جائے۔ اس طریقہ سے جب سالک قرب الہٰی کے قابل ہو جاتا ہے تو اسوقت شیخ اس کو خدا تعالیٰ کیطرف جذب کرتا ہے اور قرب الہٰی عطا فرماتا ہے۔ اور اس سالک کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ اور اس سیر کو سیر آفاقی کے نام سے پکارتے ہیں۔ کیونکہ یہ بزرگ عناصر اور نفس اور عالم امر کے لطائف کے تزکیہ کا حکم نہیں کرتے تاکہ عالم مثال میں اپنے نفس سے خارج ملاحظہ نہ کریں۔ اور ہر ایک لطیفہ کا ایک نور ہے جب تک وہ نور ظاہر نہ ہو۔ اس لطیفہ کی صفائی کا حکم نہیں کرتے۔ قلب کو نور زرد۔ روح کو نور سرخ۔ سر کو نور سیاہ۔ خفی کو نور سفید اور اخفی کو نور سبز کہتے ہیں۔ چونکہ یہ سیر بہت دور دراز ہے اور اس میں بڑی مشقت ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صوفی اثنائے سلوک میں مر جاتا ہے اور مقصود سے ناکام رہ جاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ نقشبند رح کو سلوک پر جذب کے مقدم کرنیکا الہام فرمایا۔ مرید کو اول توحید کے ذریعہ سے عالم امر کے لطائف میں ذکر کا القا کرتے ہیں۔ یہانتک کہ قلب۔ روح۔ سر خفی اور اخفی اپنے اصول سے فانی اور مستہلک ہو جاتے ہیں اور اس سیر کو سیر انفسی کہتے ہیں۔ اور اس سیر انفسی کے ضمن میں اکثر سیر آفاقی بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عالم امر کے لطائف سے کدورتیں اور تاریکیاں بھی جاتی رہتی ہیں۔ اور قرب بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد نفس اور قالب کے تزکیہ کے لئے مریدوں کو ریاضت کا حکم دیتے ہیں اس لئے مرید کو ریاضت اور شیخ کی امداد اور توجہ سے نفس اور عناصر کا تزکیہ بھی حاصل ہو جاتا ہے اور اس سالک کو مجذوب سالک اور اس سیر کو اندراج النہایت فی البدایت کہتے ہیں۔ کیونکہ جذب جو آخری کام تھا ابتدا میں مندرج ہو گیا۔ اور چونکہ عالم امر کے لطائف کی فنا کے بعد ریاضت کا حکم کیا گیا۔ اور نفس کو تیزی اور سختی جو عالم امر کے لطائف کی معیت سے تھی جاتی رہی۔ اور اُسپر ریاضت آسان ہو گئی اور عبادات کا ثواب فنائے لطائف کے بعد زیادہ ہو گیا۔ ان وجوہ سے یہ سیر بہت آسان اور بہت جلد ہوتی ہے اور اگر مرید اس سیر میں کمال حاصل کرنیسے پہلے مر جائے تو مطلق محروم نہیں رہتا کیونکہ ذکر قلب

شروع صحبت ہی میں حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

## فصل۔ عبادات کی برکات کا بیان

جاننا چاہئے کہ کامل کی عبادات سے قرب الٰہی ایسی ترقی پکڑتا ہے جس کا اعتبار کیا جاسکے اور ناقص کی عبادت سے قرب حاصل ہوتا ہے لیکن غیر معتبر۔ کیونکہ ناقصوں کی عبادت کا ثواب کاملوں کی عبادات کے ثواب سے کم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ تمام اہل جہاں کی عبادت گویا ولی کی عبادت کا سایہ ہے پس ایسے ہی اُن کی عبادات کی برکات میں فرق ہے۔ مشائخ نے کہا ہے کہ ناقص کی عبادت سے صرف اسقدر قرب حاصل ہوتا ہے کہ اگر بالفرض کوئی شخص پچاس ہزار سال عبادت کرے تو اولیاء کے ادنیٰ درجہ کو پہونچیگا۔ اور مرتبہ ولایت پائیگا۔ خدا کا یہ قول گویا اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ یعنی فرشتے اور جبریل علیہ السلام ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں۔ اور چونکہ دنیا کی ساری عمر بھی اسقدر نہیں ہوتی۔ اس لئے ولایت کا حصول صرف ریاضت اور مجاہدہ سے متصور نہیں ہو سکتا۔ مولانا روم فرماتے ہیں :- ؎

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ     سیر عارف یک دمے تا تخت شاہ

اسلئے واضح رہے کہ مشائخ جو مریدوں کو ریاضت و مجاہدہ کا حکم دیتے ہیں۔ اس سے مقصود تصفیۂ عناصر اور تزکیۂ نفس ہے نہ حصول قرب بلکہ تزکیہ اور تصفیہ بھی صرف عبادت سے نہیں ہوتا جب تک صحبت مشائخ کی تاثیر اُسکے ساتھ شامل نہ ہو۔

مسئلہ۔ بعض اکابر ایسا فرماتے ہیں کہ جس عبادت میں محنت اور مشقت بہت ہو۔ وہ عبادت رذائل نفس کے دور کرنے میں پوری پوری موثر ہوتی ہے۔ اسلئے ذکر جہر چلّے اور خلوت مانوس وغیرہ ایسے ہی اور اُمور نکالے گئے ہیں۔ اور یہ بات اس ارشاد سے پیدا ہوتی ہے جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ خِصَاءُ اُمَّتِيْ اَلصِّيَامُ یعنی روزہ رکھنا میری اُمت کا خصّی ہونا ہے یعنی جسپر شہوت غالب ہو چاہئے کہ وہ روزہ سے اسکو دور کرے کیونکہ روزہ میں مشقت ہے۔ اسلئے رسول اللہ صلعم نے قوّت شہوانی کو دور کرنے کیلئے اسکو تجویز کیا ہے نماز کو نہیں۔ حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ اور آپ جیسے دیگر بزرگان دین نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو عبادت سنت کے موافق ہے۔ وہ رذائل نفس۔ تصفیہ عناصر اور قرب الٰہی کے حصول کیلئے زیادہ مفید ہے اس لئے

بدعت حسنہ سے بھی بدعت قبیحہ کیطرح بچتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کُلُّ مُحْدَثٍ بِدْعَةٌ وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ اس حدیث کا نتیجہ یہ ہے کہ کُلُّ مُحْدَثٍ ضَلَالَةٌ اور ظاہر ہے کہ لَا شَيْءَ مِنَ الضَّلَالَةِ بِهِدَايَةٍ فَلَا شَيْءَ مِنَ الْمُحْدَثِ بِهِدَايَةٍ نیز حدیث میں آیا ہے اِنَّ الْقَوْلَ لَا يُقْبَلُ مَا لَمْ يُعْمَلْ بِهِ وَكِلَاهُمَا لَا يُقْبَلُوْنَ بِدُوْنِ النِّيَّةِ وَالْقَوْلُ وَالْعَمَلُ وَالنِّيَّةُ لَا تُقْبَلُ مَا لَمْ تُوَافِقِ السُّنَّةَ یعنی زبانی بات مقبول نہیں ہوتی بغیر عمل کے اور یہ دونوں مقبول نہیں ہوتے بغیر نیت کے۔ اور یہ تینوں مقبول نہیں ہوتے جب تک کہ سنت کے موافق نہ ہوں اور جب وہ اعمال جو سنت کے موافق نہ ہوں قبول نہیں ہوتے۔ تو اُن پر ثواب بھی مترتب نہیں ہوتا اگر مشقت کو حصول قرب اور دفع رذائل میں دخل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع نہ فرماتے ابوداود نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ وَلَا تُشَدِّدُوا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ فَاِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللّٰهُ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالْبِيَعِ رَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ یعنی اپنے نفسوں کو سخت تنگ نہ کرو۔ کیونکہ ایک قوم نے اپنے نفسوں کو سخت کیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکو سخت تنگ کیا۔ اور یہ لوگ گرجاؤں اور معبدوں میں انھیں کی اولاد ہیں یعنی نصاریٰ نے رہبانیت خود اپنے اوپر فرض کی تھی۔ خدا تعالیٰ نے اُن پر فرض نہیں کی تھی۔ صحیحین میں مروی ہے کہ تین آدمی ازواج رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آئے اور اُنسے رسول اللہ صلعم کی عبادت کے متعلق پوچھا اُمّہات المومنین نے رسول اللہ صلعم کی عبادت کا حال اُنکو سنایا جسکو وہ بہت کم جانتے تھے۔ اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کی کیا برابری ہوسکتی ہے؟ اُنکی شان میں خدا تعالیٰ نے تو فرمایا ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ ایک نے کہا کہ میں رات بھر عبادت کیا کرونگا اور نیند نہیں کرونگا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور افطار نہیں کرونگا۔ تیسرے نے کہا کہ میں نکاح نہیں کرونگا۔ اور عورتوں سے سروکار نہیں رکھونگا۔ رسول اللہ صلعم جب گھر میں تشریف لائے اور یہ قصہ سنا تو آپؐ نے فرمایا اَلَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ اَخْشَاكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ یعنی یاد رکھو میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور زیادہ متقی ہوں۔ لیکن روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ رات کو نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے صحبت بھی کرتا ہوں پس جو شخص کہ میری سنت سے مُنھ پھیرے۔ وہ میرے پیرؤں کے زمرہ میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ میں سخت ریاضتوں سے ترقیات دیکھ رہا ہوں اور مکاشفات اور باطن کی صفائی پا رہا ہوں جسکا میں انکار نہیں کرسکتا۔ تو جواباً کہا جائیگا کہ کشف خرق عادت اور تصرف عالم کون و فساد میں ریاضت سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اور

اسی لئے حکمائے اشراقین اور ہند کے جوگی اس سے بہرہ یاب ہو جاتے ہیں۔ اور یہ کمالات اہل اللہ کی نظر اعتبار سے ساقط ہیں چونکہ جو دو اور جو کے نرخ بھی نہیں خریدے جاتے نفس کی برائیوں کا دور کرنا شیطان اور وسواس کا ہلاک کرنا طریقۂ سنت کے بغیر ممکن نہیں سہ

محال است سعدی کہ راہ صفا     تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

اگر کوئی سوال کرے کہ اگر اسی طرح ہو تو پھر چاہئے کہ بعض سلسلوں میں جو ریاضت شاقہ استعمال کرتے ہیں کوئی ولایت کے مرتبہ کو نہ پہونچے۔ اور یہ باطل ہے۔ جواباً کہا جا سکتا ہے کہ اولیاء اللہ سب کے سب سنت کے تابع ہیں۔ ان میں سے بعض بعض پر سنت کی پیروی میں فوقیت رکھتے ہیں اگر بدعت داخل ہوئی ہے۔ تو اُن کے بعض اعمال میں داخل ہوئی ہے۔ اسلئے اگر وہ بعض اعمال قرب کے زیادہ ہونے کے موجب نہ ہوں تو دوسرے اعمال سنت کے موافق اور مشائخ کاملین کی صحبت انکی دستگیری کرتی ہو۔ اور درجۂ کمال پر پہنچا دیتی ہے۔ علاوہ اسکے جونسی بدعت اُن کے بعض اعمال میں داخل ہو گئی ہو۔ وہ خطار اجتہادی پر مبنی ہے۔ اور مجتہد جو مرتکب خطا ہو معذور ہے اور ایک درجہ ثواب کا پاتا ہے۔ اور وہ مجتہد جو صحیح رائے رکھتا ہو دو درجے ثواب کا پاتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو فقہا بلکہ تمام عالم پر عافیت تنگ ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

# فصل مشائخ کی تاثیر کا بیان

جاننا چاہئے کہ ناقص اور کامل دونوں اپنے سے زیادہ کامل سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ جیسے انبیا یوشع بن نون وغیرہ اولوالعزم پیغمبروں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فیض حاصل کرتے تھے۔

**مسئلہ**۔ ناقصوں کو ولایت حاصل نہیں ہوتی۔ مگر کاملوں کی تاثیر صحبت سے کیونکہ صرف تنہا ان کی عبادات ولایت کا ثمرہ نہیں لا سکتیں۔ جیسے کہ اوپر گذر چکا۔ جذب مطلق جس کو اجتبا کہتے ہیں۔ اُن کے حق میں خدا کے ساتھ مناسبت نہ رکھنے کے باعث متصور نہیں ہے۔ اسلئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے حصول فیض عوام الناس کے حق میں متصور نہیں ہے مگر کسی ایسے شخص کے توسط سے جو باطن میں خدا سے اور ظاہر میں بندوں سے مناسبت رکھتا ہو وہ اللہ کا رسول ہو یا اُس کا نائب۔ نائب کی مناسبت ظاہری کے بغیر طالبوں کو فیض پہنچنا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا ط یعنی اگر زمین پر فرشتے رہتے بستے ہوتے تو ضرور ہم اُن پر آسمان سے کوئی فرشتہ اُن کے پاس رسول بنا کر بھیجتے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی قبر مبارک سے فیض نہیں پہونچ سکتا کیونکہ مناسبت ظاہری نہیں ہے اس لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نائب یا وارث واسطہ چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ یعنی علمار ظاہر و باطن انبیار کے وارث ہیں۔

مسئلہ۔ جب کوئی شخص مرتبۂ کمال کو پہونچ جاتا ہے تو اُسکو جناب الٰہی سے بے واسطہ فیض پہونچ سکتا ہے اور عبادت سے بھی ترقیات حاصل کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یعنی سجدہ کر اور خدا کا قرب حاصل کر۔ اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف اور اولیار کرام کی قبور سے بھی فیض حاصل کرسکتا ہے۔

مسئلہ۔ پیغمبروں کے بھیجنے سے اصل مدعا ہی تاثیر صحبت ہے۔ کیونکہ فقہ اور عقائد کے مسئلے ملائکہ سے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ جبریل علیہ السلام کی حدیث دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے هٰذَا جِبْرَئِیْلُ جَاءَ کُمْ لِیُعَلِّمَکُمْ دِیْنَکُمْ یعنی یہ جبرئیل ہے جو تمھارے پاس اسلئے آیا ہے کہ تمھیں تمھارا دین سکھائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مناسبت تامہ ہی پر تاثیر صحبت موقوف ہے جس کا ثمرہ ولایت ہے۔ اور اسی لئے پیغمبر نوع انسانی میں سے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ۔ بیشک تمھارے پاس رسول آیا تمھاری جنس سے۔ اور فرمایا لَوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَةٌ یَّمْشُوْنَ الْاٰیَةِ۔

مسئلہ۔ بعض لوگوں کو جنکو قوی استعداد دیگئی ہے کبھی پیغمبر یا کسی ولی روح سے فیض پہونچتا ہے اور اس کو ولایت کے مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے اور اسکو اویسی کہتے ہیں جس طرح کہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوئے بغیر آپ سے فیض حاصل کیا ہے۔

مسئلہ۔ صرف ریاضت بغیر تاثیر صحبت کے نفس کی برائیاں دور کرنے کیلئے کافی نہیں ہوتی اور انبیا جن کو بالاصالتہ کمالات ولایت اور نیز کمالات نبوت حاصل ہیں۔ انکی صحبت کی تاثیر اور نیک لوگوں کی صحبت کی تاثیر جو متبعاً کمالات نبوت رکھتے ہیں۔ جیسے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رذائل نفس کے دور کرنے کے لئے اور نیز ولایت کے حاصل کرنے کیلئے کافی ہیں۔ لیکن نہ اتنی جلدی کہ ایک دو صحبتیں کافی ہوں۔ بلکہ بڑی مدت میں دوسرے اولیار کی تاثیر صحبت مرید کی ریاضت کے بغیر کافی نہیں ہوسکتی اگر فقط جذب کسی ولی سے حاصل ہوا ہو۔ تو بلا ریاضت اور سلوک کے ہوتا ہے۔

مسئلہ۔ جذب الٰہی جو انبیا علیہم السلام کے واسطہ کے بغیر ہوتا ہے۔ وہ خالص اجتبا ہے اور ایسے ہی وہ جو انبیار علیہم السلام کے واسطے سے ہے۔ اور وہ جو اولیا کے واسطے سے ہو وہ خالص ہدایت ہے۔ جو

نیابت پر موقوف ہے۔ اور جو ارباب کمالات نبوت یعنی اصحاب رضی اللہ عنہم یا دوسرے لوگوں کے واسطے سے ہو۔ وہ ایسا اجتبا ہے کہ جس میں ہدایت کی بو ہے۔ یا ایسی ہدایت ہی جس میں اجتبا کی بو ہے۔ پہلی قسم کو مرادیت اور دوسری کو مرید کہنا مناسب ہے ۔ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اجتبا کرتا ہے یعنی بلا کوشش کے انتخاب فرما لیتا ہے۔ اور جو رجوع کرتا ہے اُسکو ہدایت کرتا ہے۔

**مسئلہ** ۔ جذب مطلق جس سے مراد اجتبا ہے۔ جیسے کہ انبیاء علیہم السلام کو مبدء فیاض کے ساتھ مناسبت رکھنے کے باعث ہوتا ہی۔ اولیاء کو بھی حق تعالیٰ کے ساتھ پوری مناسبت پیدا کرنے کے بعد حاصل ہوجاتا ہی۔ کیونکہ جذب مطلق کا مانع عدم مناسبت ہوتا ہی اور وہ مناسبت سے متبدل ہوگیا۔ پس معلوم ہوا کہ صوفی جب سیر مریدی سے واصل ہوتا ہے اور دوسری منزلیں طے کرکے مقام محبوبیت تک پہونچ جاتا ہی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے محبوب خدا ہوجاتا ہے اُسوقت اس کا اجتبا نیابت پر موقوف نہیں رہتا۔ بلکہ اُس کے بعد اُسکو جو ترقیات حاصل ہونگی وہ سیر مرادیت سے ہونگی۔

**مسئلہ** ۔ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ مرید کو اجتبا اور جذب مطلق حاصل ہوجاتا ہی اور پیر اُسکو حاصل کئے ہوئے نہیں ہوتا پس اس صورت میں مرید پیر سے افضل ہوجاتا ہی۔ مُرادر دمیؒ نے شیخ تاج الدین سے روایت کی ہی کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو اپنی طرف جذب کرلیتا ہی اور کسی اُستاد کو اُسپر مقرر نہیں کرتا۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ تمھارا شیخ کون ہی۔ فرمایا پہلے تو عبدالسلام بن شیش تھے۔ اب دس دریائیں ہیں۔ پانچ آسمان میں ہیں اور پانچ زمین میں۔ شیش رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا تمھارا مرشد کون ہے، فرمایا اس سے پہلے حمادر دباش تھے اب دو دریاؤں سے سیراب ہوتا ہوں۔ ایک دریائے نبوت اور دوسرا دریائے فتوت۔

**مسئلہ** ۔ ہرچند کہ مرید پیر سے افضل ہوجائے لیکن شیخ کا حق تربیت اُسکی گردن پر باقی رہتا ہے۔

**فائدہ** ۔ جب یہ مذکور ہوچکا کہ قرب کی ترقی تین چیزوں سے ہوتی ہے (۱) برکات عبادات (۲) تاثیر شیخ (۳) جذب مطلق پس جاننا چاہیئے کہ عبادات کی برکت سے قوت اور وسعت واقربیت حاصل ہوتی ہے لیکن ایک مقام میں۔ اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک یعنی ولایت صغریٰ سے ولایت کبریٰ تک پھر ولایت علیا تک اور اس سے کمالات نبوت تک ترقی نہیں ہوسکتی۔ اور تاثیر صحبت سے ایک مقام سے دوسرے مقام میں مقام شیخ تک ترقی ہوسکتی ہے۔ اور جذب مطلق سے مقام بمقام برابر ترقیات حاصل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ جہانتک خدا کو منظور ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

# فصل ۔ استعداد کا بیان

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی قرب و معرفت کی استعداد رکھی ہے اور اس استعداد کو ہدایت بالفعل لازم ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی ہم نے انسان کو بہترین حقیقت میں پیدا کیا ہے یعنی وہ استعداد کمالات رکھتا ہے۔ پھر اسکو رد کیا ہم نے نیچے سے نیچے تک یہانتک کہ وہ اپنے جیسے یا اپنے سے بھی ناچیز اشیاء کی عبادت کرنے لگتا ہے) مگر وہ شخص جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ما من مولود الا وقد یولد علی الفطرۃ ثم ابواہ یھودانہ الحدیث لیکن افراد انسانی استعداد کی کیفیت میں مختلف ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا[1] پس جیسے کہ معادن میں اختلاف ہے کہ لوہے اور تانبے کی کان میں سونے کی قابلیت نہیں ہوتی اور سونے کی کان میں لوہے کی قابلیت نہیں ہوتی۔ ایسے ہی افراد انسانی مختلف استعدادیں رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَدْ خَلَقَکُمْ اَطْوَارًا یعنی ہم نے تم کو مختلف طور پہ پیدا کیا ہے اور یہ کیفیات نفس اور عناصر کی صفات میں شدت و ضعف وغیرہ کے لحاظ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور ہدایت اور گمراہی دونوں جگہ ظاہر ہوتی ہے خِیَارُکُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اسپر دال ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو متعجب ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا اَجَبَّارٌ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ اسکی دوسری نوعیت ہے۔ استعداد انسانی کے اختلاف کا ایک اور سبب ہے کچھ ان میں سے اسماء الٰہی کے سایہ ہیں۔ یا تو ایک درجہ کا سایہ ہے یا دس درجہ یا سو درجہ کا الی ما یعلمہ اللہ تعالیٰ۔ اور نیز بعض اسم الہادی کا ظل ہیں اور بعض اسم المضل کا اس قسم کی استعداد ہدایت و ضلالت کو مستلزم ہے جس استعداد کا مبدء تعین اسم ہادی ہے وہ ضرور ہدایت کو پہونچیگی اور جس کا مبدء تعین اسم مضل ہے وہ ضرور گمراہ ہوگی لیکن کسی شخص کا مبدء تعین اسم ہادی کا سایہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ولایت کے درجہ کو پہونچے۔ ہاں جس شخص کو خدا محض اپنے کرم سے اس درجہ پر پہنچانا چاہے وہ پہنچ سکتا ہے۔ اس وقت مراتب کا فرق اس ظل کے قرب اور بعد کے سبب سے جو اس کے تعین کا مبدء ہے ظاہر ہو جائیگا۔ جس کا مبدء تعین اعلیٰ اور اقرب ہوگا۔ اس کی ولایت بھی اشرف ہوگی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مبدء تعین چونکہ دائرہ ظلال کا نقطہ اعلیٰ تھا۔ اسلئے وہ ولایت میں بھی سب سے

[1] یعنی تم میں سے جو لوگ عہد جہالت میں بھلے لوگ شمار ہوتے تھے وہ اسلام میں بھی بھلے لوگ ہیں جب ان کو سمجھ آگئی۔ مترجم

پیش قدم اور برتر رہے۔

مسئلہ۔ نوع ثانی یعنی باعتبار مبادی تعینات کی استعدادوں کے اختلاف کا ثمرہ قیامت میں ظاہر ہوتا ہے خصوصاً ولایت صغریٰ میں اس کا اظہار ہوتا ہے۔ نوع اوّل کے اختلاف کا ثمرہ تمام مقامات میں ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ عالم امر کے لطائف اور مبادی تعینات کے فیوض کا معاملہ ولایت صغریٰ میں ہے۔ اور اس کا کچھ حصہ ولایت کبریٰ میں بھی آتا ہے۔ اور ولایت کبریٰ کے اکثر دائروں میں نفس کے ساتھ معاملہ ہے۔ اور ولایت علیا میں تین عناصر کے ساتھ اور کمالات نبوت میں عنصر خاک کے ساتھ اور اس سے اوپر ماہیت وحدانی ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ۔ ممکن ہے کہ بعض اولیا بعض انبیا کی باقی مٹی سے پیدا ہوئے ہوں۔ نیز یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی مٹی سے بنے ہوں۔ سوال۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ ہر شخص اپنے والدین کے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے جواب۔ اکثر چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی عقل سے ثابت نہیں ہو سکتیں صرف شرع سے ثابت ہوتی ہیں۔ یا کشف و الہام سے۔ جیسے کہ نفس ولایت جس سے مراد بے مثل قرب ہے۔ امام محی السنۃ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں کہ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ عطاء خراسانی کا قول ذکر کیا ہے۔ کہ انھوں نے فرمایا کہ نطفہ جو رحم میں ٹھہر جاتا ہے۔ تو ایک فرشتہ تھوڑی سی مٹی اس جگہ سے لاتا ہے جہاں اس کو بعد الموت دفن کیا جاتا ہے۔ پس اُس مٹی کو نطفہ میں ڈال دیتا ہے تو مٹی اور نطفہ سے آدمی پیدا ہوتا ہے۔ اور خطیبؒ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَا مِنْ مَوْلُودٍ اِلَّا فِیْ سُرَّتِهٖ مِنْ تُرْبَتِهِ الَّتِیْ یُوْلَدُ مِنْهَا فَاِذَا رُدَّ اِلٰی اَرْذَلِ عُمُرِهٖ رُدَّ اِلٰی تُرْبَتِهِ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْهَا یُدْفَنُ فِیْهَا وَاِنِّیْ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ خُلِقْنَا مِنْ تُرْبَةٍ وَاحِدَةٍ وَفِیْهَا نُدْفَنُ یعنی ہر پیدا شدہ کی ناف میں مٹی ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہے پس جب ارذل عمر یعنی موت کے وقت کو پہونچتا ہے۔ تو اُسی مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس سے پیدا ہوا تھا۔ اُسی میں دفن کیا جاتا ہے اور بیشک میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور اُسی میں دفن کئے جائیں گے میرزا محمد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تائید میں کئی احادیث ابن عمر۔ ابن عباس۔ ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ بعض کو بعض تقویت دیتی ہیں چنانچہ شرح صحیح بخاری کی کتاب الجنائز میں ابن سیرین کا قول لائے ہیں کہ اُنھوں نے فرمایا کہ اگر میں سات

قسم کھاؤں تو میں سچا ہونگا۔ اور مجھے کچھ شک نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ایک مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ "تو میری مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ تیرا باپ فرشتوں کے ساتھ آسمان پر اڑ رہا ہے"۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مٹی کسی پیغمبر کیلئے مہیا کی ہو اور زمین کی پیدائش کے وقت سے اُسکو انوار برکات اور نزول رحمت سے پرورش کیا ہو۔ اس میں سے کچھ مٹی بچ رہی ہو جو کسی ولی کے جسم کا خمیر بن جائے۔ یہ امر عقلاً محال نہیں ہے۔ اور شریعت سے اسکا پتہ ملتا ہے کشف سے ثبوت ملتا ہے۔ اور اسکو اصطلاح میں اصالت کہتے ہیں۔ اور صاحب اصالت کشفی نظر سے اسطرح دکھائی دیتا ہے کہ گویا اسکا جسم جواہرات سے جڑا ہوا ہے اور دوسروں کا جسم پانی اور مٹی سے۔

**مسئلہ** - ہر چند کہ اصالت موجب فضل ہے۔ مگر صاحب اصالت کی افضلیت اُن لوگوں پر جنکی افضلیت اجماع سے ثابت ہے۔ لازم نہیں آتی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نص حدیث کے بموجب صاحب اصالت ہیں۔ حالانکہ حضرت عثمان۔ علی۔ حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بالاجماع اُن سے افضل ہیں۔

# پانچواں مقام
# مقامات قرب الٰہی کا بیان

واضح ہو کہ حق سبحانہ وتعالیٰ صفات وجودیہ حقیقیہ اور اضافیہ صفات سلبیہ و اسمائے حسنیٰ سے موصوف ہے۔ چنانچہ قرآن و حدیث اسپر ناطق ہیں۔ اور اولیاء کے کشف سے ثابت ہے کہ اسماء صفات الٰہی کے ظلال ہیں اور اسماء و صفات الٰہی انبیاء و ملائکہ کے مبادی تعینات ہیں اور اسماء و صفات الٰہیہ کے ظلال دوسروں کے مبادی تعینات ہیں۔ اگر کوئی سوال کرے کہ عقل و شرع کے نزدیک جائز نہیں کہ اسماء و صفات الٰہی کے ظلال ہوں۔ خود مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے مکتوبات شریف[1] کی تیسری جلد کے ایک سو بائیسویں مکتوب میں لکھا ہے کہ واجب تعالیٰ کا ظل نہیں ہوتا کیونکہ ظل سے مثل پیدا ہونے کا وہم ہو سکتا ہے اور بکمال لطافت سے اصل کے عدم کا شائبہ پایا جاتا ہے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بوجہ لطافت سایہ نہ تھا۔ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کا کیونکر سایہ

---

[1] یہ کتاب فارسی میں ہے اور اب اس کا اُردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اُردو ترجمہ مکتوبات شریف کامل ہر سہ دفتر تاجران کتب سے قیمتاً مل سکتا ہے۔ ۱۲

ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ ظلال سے مراد وہ نہیں جو عوام سمجھتے ہیں بلکہ یہ
مراد ہے کہ مخلوقات الٰہی سے بعض لطائف ہیں جو اسماء وصفات الٰہی سے پوری نسبت رکھتے ہیں
کہ بذریعہ اس مناسبت کے اسماء وصفات الٰہی سے وجود اور تابع وجود کا فیض اہل عالم کو پہنچانے
کیلئے واسطہ بن جاتے ہیں۔ اسی مناسبت کی وجہ سے اُنکو ظل کہا جاتا ہے۔ یا سُکر کی حالت میں
انکو ظل سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ اسی مکتوب میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس قسم
کے علوم واجب تعالیٰ اور ممکن کے مابین نسبت ثابت کرتے ہیں۔ مگر ہماری شرع اسکے ثبوت میں
وارد نہیں ہوئی۔ یہ سب معارف سکریہ میں سے ہیں۔ خارج میں موجود بالذات اور بالاستقلال حضرت
عزت تعالیٰ وتقدس کی ذات ہے اور اُس کی آٹھوں حقیقی صفات اسکے سوا جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ
ہی کی ایجاد سے موجود ہوا ہے۔ اور سب ممکن اور مخلوق اور حادث ہے اور کوئی مخلوق خالق کا ظل
نہیں ہے۔ اس ظلیت کا علم عالم سالک کو راہ میں بڑا کام دیتا ہے اور اسکو کشاں کشاں اصل تک
لیجاتا ہے۔ اور فقیر کہتا ہے۔ کہ جو حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ
مِنْ نُوْرٍ وَّظُلْمَتٍ لَوْکُشِفَتْ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰی اِلَیْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ۔
یعنی اللہ تعالیٰ کے ستر ہزار پردے نور اور ظلمات کے ہیں۔ اگر وہ پردے دور ہو جاتے تو اُسکی ذات
کی روشنی میں جہانتک نگاہ جاتی ساری مخلوق کو جلا دیتی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جبرئیل
علیہ السلام نے کہا یَا مُحَمَّدُ دَنَوْتُ مِنَ اللّٰهِ دُنُوًّا مَا دَنَوْتُ مِنْهُ قَطُّ فَقَالَ کَیْفَ کَانَ
یَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
میں خدا سے اسقدر قریب ہوا کہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے جبرئیل
اسکی کیا کیفیت تھی۔ عرض کیا میرے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے تھے شاید
ان پردوں سے مراد یہی ظلال ہوں۔ یعنی اگر ظلال نہ ہوتے تو عالم معدوم ہو جاتا۔ کیونکہ خدا کی
ذات عالم سے مستغنی ہے۔ اور سبعون کا لفظ کلام عرب میں اظہار کثرت کیلئے آتا ہے اور وہ
جو حدیث میں نور اور ظلمت کے پردے مذکور ہوئے ہیں۔ اس سے صوفیوں کے اس قول کی تائید
ہوتی ہے کہ مومنین کے مبادی تعینات نورانی پردے ہیں جو اسم ہادی کے ظلال ہیں۔ اور کفار
کے مبادی تعینات ظلمانی پردے ہیں جو اسم مُضِل کے ظلال ہیں۔ غوث الثقلین فرماتے ہیں ؎

خَرَقْتُ جَمِیْعَ الْحُجُبِ حَتّٰی وَصَلْتُ اِلٰی ۔۔۔ مَقَامٍ لَقَدْ کَانَ جَدِّیْ فَادْنَانِیْ

یعنی میں تمام پردوں کو پھاڑتا ہوا آخر اسی مقام تک پہونچ گیا۔ جہاں میرے جد (مراد آنحضرت صلعم)

تھے توجہ کو قریب کیا۔ یہاں تک کہ میں تمام مراتب ظلال سے تجاوز کر گیا۔ جس سے مراد ولایت صغریٰ ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبدءِ تعیّن میں پہونچ گیا۔ جو مرتبہ صفات میں ہے جسکو ولایت کبریٰ کہتے ہیں۔ سوال۔ اسماء وصفات الٰہی اور انکے ظلال کو کیوں مبدء تعیّن کہتے ہیں۔ جواب۔ جیساکہ اوپر مذکور ہوا کہ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے مستغنی ہے تاکہ ان صفات وظلال کو فیض الٰہی پہونچانے کے لئے وجود و توابع وجود سے واسطہ ہو۔

سوال۔ ہر شخص کا تعین اخص وجوہ سے اُسکے وجود کی فرع ہے۔ چنانچہ حلقہ میں مقرر ہے پس اسماء وصفات خود عالم کے مبادی تعینات ہو سکتے ہیں۔ ظلال کے وجود کی کیا ضرورت ہے اور اگر مبادی تعینات نہیں ہو سکتے تو انبیا و ملائکہ کے مبادی تعینات کیونکر ہونگے۔

جواب۔ مبادی تعینات ہو سکتے ہیں۔ لیکن ظلال کی پیدائش میں اور انکو فیض رسانی کا واسطہ بنائے جانے میں کوئی حکمت ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر تمام مبادی تعینات خود صفات و اسماء ہوتے تو سارا عالم انبیا و ملائکہ کے رنگ میں معصوم ہوتا۔ اور ہر ایک کی ذات کا مقتضا جذب مطلق ہوتا اور صفات جلالی وجمالی کا مقتضا یہ تھا کہ بعض مومن ہوں اور بعض کافر بعض صالح ہوں اور بعض فاسق۔ تاکہ رحمت و قہر وغیرہ صفات کے آثار ظہور پذیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدٰھَا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ یعنی اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر شخص کو ہدایت بخشتے۔ لیکن میری طرف سے یہ تقدیر فیصلہ پا چکی ہے کہ میں ضرور جنوں اور انسانوں سے دوزخ کو پُر کروں گا۔

فائدہ۔ ملائکہ اور انبیاء کے مبادی میں تفاوت یہ ہے کہ صفات الٰہیہ میں دو اعتبار جاری ہیں۔ ایک تو فی نفسہا اُن کے وجود کی جہت دوسری اُنکے قیام بذات حق کی جہت۔ پس صفات پہلی جہت سے مربی انبیاء اور دوسری جہت سے مربی ملائکہ ہیں۔ غرضیکہ ملائکہ کی ولایت انبیاء کی ولایت سے اعلیٰ اور خدا تعالیٰ کیطرف اقرب ہے۔ لیکن ملائکہ اپنے مقام میں ترقی نہیں کر سکتے جیساکہ آیت وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ سے ظاہر ہے یعنی ہم (ملائکہ) میں سے ہر ایک کیلئے مقرر درجہ ہے جس سے وہ ترقی نہیں کر سکتا۔ اور انبیاء ترقیات کر سکتے ہیں۔ بمقابلہ ملائکہ بھی اور اس سے بھی بالاتر۔ جن سے مراد نبوت۔ رسالت اور اولوالعزم کے کمالات ہیں۔ اس لحاظ سے انبیاء ملائکہ سے افضل ہوتے ہیں۔ جیسے کہ اہل حق کا عقیدہ ہے۔ جب یہ تمام تمہید ہو چکی تو واضح ہو کہ جب صوفی ریاضت عبادت۔ متابعت صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آنحضرتؐ کی تاثیر صحبت بلا واسطہ

یا بالواسطہ کے ذریعہ سے اپنے مقام سے حق سبحانہ و تعالیٰ کی اقربیت کیطرف ترقی کرتا ہے۔ تو باوجودیکہ اس صوفی کو جناب الٰہی سے اسی قدر قرب میسر ہوتا ہے جو اُس کے اصل یعنی ظل کو ہے جو اسکا مبدأ تعین ہے تو اُس وقت صوفی پر اصطلاح میں ولی کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور قرب کے مراتب ہر چند کہ بے مثل اور بے نظیر ہیں لیکن عالم مثال میں تمام عالم نظر کشفی میں بصورت دائرہ دکھائی دیتا ہے تو اسکو عالم امکان کہتے ہیں۔ اور عرش مجید قطر دائرہ کی صورت میں نظر آتا ہے نیچے کی قوس میں عناصر اربعہ اور نفس نظر آتے ہیں اور عالم امر کے لطائف پنجگانہ اوپر کی قوس میں دکھائی دیتے ہیں۔ اور اس ظلال میں سے گذرنے سے اسمار و صفات بھی بصورت دائرہ نظر آتے ہیں۔ اور صوفی اپنے آپ کو عالم مثال میں پاتا ہو گویا سیر کرتا ہو۔ اور یہانتک ترقی کرجاتا ہے کہ دائرہ ظلال میں داخل ہوجاتا ہے۔ اور اپنی اصل کو پہونچ جاتا ہے اور اپنے آپ کو اصل کے رنگ میں پاتا ہے۔ اور اصل کے ساتھ باقی دیکھتا ہو۔ اپنے آپ کو اُس میں فانی اور مستہلک پاتا ہے اسطرح کہ اپنے آپ کا کوئی وجود اور سر نہیں پاتا۔ اس سیر کو اصطلاح میں سیر الی اللہ کہتے ہیں اور یہ دائرہ ظلال ولایت صغریٰ اور اولیار کی ولایت کا دائرہ ہوتا ہو۔ اکثر اولیار بحالت سکر اسی دائرۂ ظلال کو دائرۂ صفات اور صفات کو عین ذات کہہ دیتے ہیں اور انا الحق کے قائل ہوجاتے ہیں۔ اسکے بعد جب اپنے مبدأ تعین سے ترقی کرکے دائرۂ ظلال سے سیر واقع ہوتی ہے تو اُس سیر کو سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ اور در حقیقت یہ سیر الی اللہ ہے۔

**فائدہ**۔ اے بھائی ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقیہ سات یا آٹھ ہیں جیسا کہ علمائے علم کلام نے ان پر بحث کی ہے لیکن ان صفات وغیرہ کی جزئیات بے انتہا ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ یعنی اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم ہوجائیں۔ اور ایسے ہی سات اور سمندر سیاہی ہوں تو کلمات الٰہی ختم نہ ہوں۔ یعنی کلمات جو صفات و کمالات پر دلالت کرتے ہیں اختتام کو نہ پہنچیں۔ جیسے کہ سعدی علیہ الرحمتہ نے کہا ہے ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں + بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے صفات بے انتہا ہیں۔ ویسے ہی صفات کے ظلال بھی غیر متناہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو مَا عِنْدَكُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ یعنی جو کچھ تمھارے پاس ہو فانی ہو اور جو کچھ خدا کے پاس ہو باقی ہے۔ اگر کوئی ولایت صغریٰ اور مراتب ظلال میں بہ تفصیل سیر کرے

تو وہ ابدالآباد تک ختم نہ ہو۔ لیکن ہر شخص مراتب ظلال میں جس قدر کہ اُس کے حق میں مقدر ہے سیر کرتا ہے اور نیز ظل کا ظل ہوتا ہے اور پھر دوسرے تیسرے اور چوتھے درجہ میں اور جہانتک خدا کو منظور ہے۔ اسکا بھی ظل ہوتا ہے صوفی ترقی کے مرتبہ میں عروج کر کے اپنی اصل پر پہنچ جاتا ہے اور اس میں فنا ہو جاتا ہے پھر اُس سے ترقی کر کے اُسکی اصل میں فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جس ظل میں پہنچتا ہے اپنے آپ کو اس میں فنا اور مستہلک اور اُسکے وجود کے ساتھ باقی پاتا ہے۔ یہی معنی ہیں مولانا روم علیہ الرحمۃ کے اس شعر کے ؎

ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

اگر اسکے بعد عنایت صوفی کے شامل حال ہو تو اس درجہ سے بھی عروج واقعہ ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے اسماء و صفات کے دائرہ میں داخل ہونا نصیب ہوتا ہے جو ان دوائرہ ظلال کی اصل ہے اور جو سیر اس میں واقع ہوگی وہ سیر فی اللہ ہوگی اور ولایت کبریٰ کا آغاز ہوگا۔ جو انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے۔ دوسروں کی متابعت سے یہ دولت حاصل ہوئی ہے۔ عالم امر کے لطائف پنجگانہ کے عروج کی انتہا اس دائرہ کی انتہا ہے۔ اسکے بعد محض خدا کے فضل سے اس مقام سے عروج واقع ہوتا ہے اسکو دوائر حصول کی سیر حاصل ہوتی ہے اور اسی دائرہ کے طے کرنے کے بعد اوپر کا دائرہ ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ ایک قوس کے اور کوئی ظاہر نہیں ہوئی اسلئے اُسی قوس پر اختصار کیا گیا۔ اس میں کوئی بھید ہوگا کہ اس پر اطلاع نہیں بخشی گئی۔ اور اسماء و صفات کے یہ تینوں اصول جو بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس میں محض اعتبارات ہیں۔ ان تینوں اُصولوں کا حاصل ہونا نفس مطمئنہ سے خاص ہے۔ نفس کو اطمینان بھی اُسی مقام پر حاصل ہوتا ہے۔ اسی مقام پر شرح صدر میسر ہوتی ہے۔ سالک اسلام حقیقی سے مشرف ہوتا ہے اور نفس مطمئنہ تخت صدر پر جلوس فرما کر مقام رضا پر ترقی کر جاتا ہے یہ مقام انبیاء کی ولایت کبرےٰ کا منتہیٰ ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اس مقام تک میری سیر کا سلسلہ پہونچا تو میں سمجھا کہ کام انجام کو پہونچگیا۔ اسوقت ندا آئی کہ یہ مقام اسم الظاہر کی تفصیل تھی جو کہ پرواز کا ایک بازو ہے اور اسم الباطن ملاء اعلیٰ کے مبادی تعینات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور سیر کو شروع کرنا ملائکہ کی ولایت کبرےٰ میں قدم رکھنا ہے حضرت مجدد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسم الظاہر اور اسم الباطن کے دو بازو

علے یہاں بھی تسامح ہے یہ شعر مولانا روم کا نہیں ہے ... یہ مضمون بھی غلط تھا مگر قاضی صاحب نے ... حال کی ایک توجیہ کلام اس سے لیا ۱۲ سراج المعنی

حاصل کر کے جب اُڑنا نصیب ہوا تو معلوم ہوا کہ ترقیات فی الحقیقت عنصر ناری اور عنصر ہوائی اور عنصر آبی کا حصہ ہے۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ بعض ملائکہ آگ اور برف سے پیدا کئے گئے ہیں جنکی تسبیح ہے سبحان من جمع بین النار والثلج یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو جمع کیا ہے اور جب خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس سے اوپر سیر کرنے کا موقع ہے تو وہ کمالات نبوت کا آغاز ہوگا۔ اُن کمالات کا حاصل ہونا انبیا علیہم السلام کیلئے خاص ہے اور مقام نبوت کا مقتضی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے کامل اتباع کرنے والوں کو بھی ان کمالات سے حصہ ملتا ہے اور لطائف انسانی میں سے ان کمالات کا زیادہ حصہ عنصر خاک کیلئے ہے باقی عناصر اور عالم خلق و عالم امر کے لطائف اسکے تابع ہیں اور چونکہ یہ عنصر بشر سے مخصوص ہے اسلئے خواص بشر خواص ملائکہ سے افضل ہوئے۔ تمام ولایت صغریٰ و کبریٰ و علیا کے کمالات کے سائے اور مثال ہیں۔ جب کمالات نبوت کے دائرہ میں مرکز پر پہنچتے ہیں تو وہ مرکز بصورت دائرہ ظاہر ہوتا ہے اور وہ کمالات رسالت کا دائرہ ہے جو بالاصالت انبیاء مرسل کیلئے خاص ہے۔ باقی جس کو میسر ہوتا ہے طفیل اور متابعت سے میسر ہوتا ہے۔ جب اس دائرہ ثانی کے مرکز میں پہونچتے ہیں تو وہ مرکز بھی بصورت دائرہ نظر آتا ہے یہ کمالات اولوالعزم کا دائرہ ہے۔ جس کی شان مثال سے برتر ہے۔ انبیاء اولوالعزم کو جب یہ منصب عطا کیا جاتا ہے۔ اسکے ساتھ قیام اشیاء کا ہوتا ہے۔ بعض اولیاء بھی خوش قسمت ہوتے ہیں جن کو انبیاء کے طفیل یہ منصب عطا کیا جاتا ہے۔ حضرت مجدد رح فرماتے ہیں کہ جب میں یہ سیر پوری کر چکا تو معلوم ہوا کہ اگر بالفرض ایک قدم اور آگے رکھوں تو وہ عدم محض میں جا کر پڑیگا کیونکہ اس سے آگے عدم محض کے سوا اور کچھ نہیں۔ اے فرزند یہ ماجرا سنکر اس وہم میں مبتلا نہ ہو جانا کہ آخر عنقا ہی جال میں آیا کیونکہ وہ ذات پاک اس سے بھی آگے اور آگے سے بھی آگے ہے۔ اُسکا یہ آگے ہونا پردوں کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ پردے تو سب کے سب اُٹھ چکے ہیں۔ بلکہ باعتبار ثبوت عظمت و کبریا کے ہے جو ادراک کا مانع ہے۔ پس وہ ذات باری سبحانہ اقرب فی الوجود وابعد فی الوجدان ہے یعنی اس کا وجود قریب ہے مگر اسکا ادراک بہت دور ہے بعض ایسے کمال آموز حضرات ہوتے ہیں جو لوگوں کو بطفیل انبیاء علیہم السلام عظمت و کبریا کے خیمے میں پہنچاتے اور محرم بارگاہ بنا دیتے ہیں پھر انکے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے سو ہوتا ہی ہے معاملہ انسان کی ہیئت وجدانی سے مخصوص ہے جو عالم خلق اور عالم امر کے مجموعہ سے پیدا ہوئی ہے تاہم اس مقام کی سیر میں عنصر خاک

کی سرداری ہوتی ہے۔ اس مقام کے کمالات ہیئت وجدانی سے مخصوص ہیں ایسا آدمی بہت سی صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے اور بارگاہ عظمت وکبریا کا ظہور کعبۂ ربانی کی حقیقت سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرتبۂ علیا کے بعد خالص نور جسکو اس فقیر نے حقیقت کعبہ معلوم کیا ہے۔ ایک نہایت اعلیٰ مرتبہ ہے۔ جو قرآن شریف کی حقیقت ہے۔ کعبہ بحکم قرآن جہان بھر کا قبلہ ٹھہرا ہے۔ حضرت سیف الدینؒ فرماتے ہیں کہ قرآنی انوار کے انکشاف کی غالب علامت یہ ہے کہ عارف کے باطن پر ایک بوجھ سا وارد ہوتا ہے گویا یہ آیت اسی معرفت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا یعنی بیشک ہم نے تجھ پر بھاری کلام نازل کیا۔ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ اس مقدس مرتبہ کے اوپر بھی ایک مرتبہ ہے۔ جو نہایت بلند ہے جو نماز کی حقیقت ہے۔ معراج شریف کے قصہ میں جو آیا ہے کہ قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ اللّٰهَ یُصَلِّیْ یعنی ٹھہر واے محمدؐ کیونکہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھ رہا ہے یعنی ایسی عبادت جو مرتبۂ تجرّد و تنزّہ کے لائق ہو مگر مراتب وجود سے صادر ہو فھو العابد وھو المعبود ممکن ہے کہ اس سے حقیقت نماز ہی کی طرف اشارہ ہو حضرت عروۃ الوثقیٰ فرماتے ہیں کہ جو لذت نماز ادا کرتے وقت حاصل ہوتی ہے نفس کا اس میں حصہ نہیں ہے۔ اور عین لذت نالہ و فغاں میں ہے۔ اور دنیا میں نماز کا رتبہ آخرت میں دیدار کا رتبہ ہے۔ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ دولت دیدار جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج اور بہشت میں حاصل ہوئی تھی۔ وہ دنیا میں نماز کے اندر حاصل ہوتی تھی۔ اسی لئے فرمایا ہے کہ الصَّلوٰۃ معراج المومنین یعنی نماز مومنین کے لئے معراج ہے اور فرمایا اقرب مایکون العبد من الرب فی الصَّلوٰۃ یعنی بندہ نماز میں خدا سے نہایت ہی قریب ہوتا ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ فرماتے ہیں کہ ہر چند کہ دنیا میں دیدار الٰہی نہیں ہے مگر دیدار الٰہی کے قریب قریب ہے یعنی نماز میں حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ وہ مرتبہ مقدس جو حقیقت نماز سے اوپر ہے وہ خالص معبودیت کا استحقاق ہے اس مقام پر وسعت بھی کوتاہ ہے۔ انبیاء اور اکابر اولیاء کی سیر حقیقت نماز کے مقام تک ہے اس مقام کے اوپر خالص معبودیت ہے۔ یہ دولت کسی کو میسر نہیں ہے لیکن الحمد للہ سبحانہ کہ اس مقام پر نظر کرنے سے منع نہیں فرمایا گیا اور بقدر استعداد گنجائش دی گئی ہے۔ مصرع

بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے۔ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی حقیقت اس مقام پر ثابت ہوتی ہے لا الہ الا اللہ کے معنی مبتدیوں کے مناسب حال لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ ہیں چنانچہ شرع میں کلمے کے یہی معنی قرار پاتے ہیں اور لاموجود۔ یا۔ لا وجود یا لا مقصود کہنا اوسط درجہ کے مبتدیوں کے لئے مناسب ہے۔ اس

مقام میں نظر میں ترقی اور بینائی میں تیزی عبادت نماز سے وابستہ ہے۔ اور کسی عبادت سے نہیں مگر دوسری عبادتوں سے نماز کی تکمیل میں مدد ملتی ہے اور اُسکے نقصان کی تلافی ہوتی ہے۔

# فصل۔ ولایت صغریٰ کا بیان

اکثر اولیاء جو ایک مقام کے سوا جس کو مجدد رضی اللہ عنہ ولایت صغریٰ کہتے ہیں۔ چونکہ دوسرا مقام ثابت نہیں کرتے۔ اسلئے تعین اوّل جس کو وحدت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور مرتبۂ اجمال اور حقیقت محمدی کہتے ہیں۔ اور تعین ثانی جسکو وحدانیت سے تعبیر کرتے ہیں اور مرتبۂ تفصیل اور حقائق ممکنات کہتے ہیں۔ اسی مقام میں ثابت کرتے ہیں۔ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ولایت صغرےٰ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے سوا باقی ممکنات کا دائرہ ظلال ہے۔ انبیاء کے حقائق یعنی اُن کے مبادی تعینات نفس صفات ہیں جنکو ولایت کبریٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور ملائکہ کے حقائق کو ولایت علیا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان دونوں ولایتوں کے درمیان جو فرق ہے وہ بیان ہو چکا اور لفظ اعلیٰ کو ولایت کبریٰ سے حقیقت محمدی کہا ہے جسکو صفۃ العلم یا شان العلم سے تعبیر کیا گیا ہے یہ بات آنحضرت صلعم پر کمالات نبوت تک پہنچنے سے پیشتر مکشوف تھی پھر جب نبوت اور رسالت اور اولوالعزم کے کمالات پر مشرف ہوئے تو آپ پر ظاہر ہوا کہ تعین اول اس وجود کا تعین ہے جو رب ابراہیم خلیل الرحمان ہے اور مرکز جو اُسکے تمام اجزاء سے اشرف اور مقدم ہے حقیقت محمدی ہے۔ اسکے بعد آپ پر ظاہر ہوا کہ تعین اوّل حُب کی صفت ہے۔ محیط دائرۂ خلت ہے جو خلیل الرحمان ابراہیم علیہ السلام کا مبدٔ تعین ہے اور مرکز محبت ہے۔ جب مرکز پر پہونچتے ہیں تو وہ بھی دائرہ ظاہر ہوتا ہے۔ جس کا محیط وہ خالص محبت ہے۔ جو موسےٰ کلیم اللہ کا مبدٔ تعین ہے اور اس کا مرکز محبوبیت ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبدٔ تعین ہے۔ اور وہ مرکز دائرہ کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور وہ اسکا محیط محبوبیت ممتزجہ (مخلوط) ہے اور اُسکا مرکز خالص محبوبیت ہے اس میں حقیقۃ الحقائق ہے۔ محبوبیت ممتزجہ کا معاملہ اسم مبارک محمدؐ سے تعلق رکھتا ہے اور محبوبیت خالص کا تعلق اسم مبارک احمدؐ کے ساتھ ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس سرور کائنات صلعم کے لئے دو ولایتیں ہیں۔ ایک تو ولایت محبوبیت ممتزجہ جسکو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں۔ دوسری ولایت محبوبیت خالص جس کو حقیقت احمدیہ کہتے ہیں اور یہی تعین اول ہے۔ اُسکے اوپر لاتعین ہے۔ کہ اُس میں سیر کیلئے ایک قدم تک کی گنجائش نہیں ہے۔ اور تعین اول یعنی حقیقت احمدیہ سے اوپر

ترقی ممکن نہیں۔لیکن حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کو آخر عمر میں مرض الموت کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس مقام سے جو ترقی حاصل ہوئی وہ سیر نظری کے ساتھ تھی نہ کہ سیر قدمی کے ساتھ۔ حضرت عروۃ الوثقی فرماتے ہیں کہ یہ معنی آنحضرت یعنی مجدد صاحب سے اسی مجلس میں ہوئے۔

**سوال** ۔ تعین اول میں اولیاء کے کشف اور مجدد صاحب کے کشف میں تعارض واقع ہونے کا کیا سبب ہے۔

**جواب** ۔حضرت مجدد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظل بسیط شے ہے اور اپنے آپ کو اصل شے ظاہر کرتا ہے۔ اور سالک کو اپنے دھوکے میں گرفتار کر لیتا ہے۔پس وہ لوگ ظل تعین اوّل کے تعین میں ہیں جو شروع کے وقت عارف پر اصل تعین اول پر جو تعین حُبّی ہے۔ظاہر ہوا ہے۔

**سوال** ۔علم صفات حقیقیہ سے ہے اور حُب صفات اضافیہ سے اور وجود حُب پر مقدم ہے۔کیونکہ حب وجود کی فرع ہے۔ان کو ظل تعین بھی کہنا ٹھیک نہیں ہو سکتا۔

**جواب** ۔ علم صفات حقیقیہ سے ہے جو لا تعین کے مرتبہ میں داخل ہے۔اور مبادی تعینات تمام اعتبارات ہیں۔پہلا اعتبار جو ظاہر ہوا۔وہ حُب ہے۔اگر حُب نہ ہوتی تو کوئی مخلوق موجود نہ ہوتی۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف یعنی میں مخفی خزانہ تھا۔پھر مجکو اس بات کی محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں۔ دوسرا اعتبار وجود ہے۔جو ایجاد کا مقدمہ ہے۔تعین وجود گویا تعین حُبّی کا ظل ہے اللہ تعالےٰ اپنے صفات۔ اپنے کمالات اور نیز اپنی ذات کو جانتا ہے۔پس اللہ تعالیٰ کی صفات جو مرتبۂ علم میں ہیں۔ولایت کبریٰ اور ولایت علیا کا دائرہ ہیں۔اور ان صفات کا ظلال ولایت صغرےٰ ہے۔اور ذات بیچون جو مرتبۂ علم میں ہے۔اُس تک پہنچنا کمالات نبوت کمالات رسالت اور کمالات اولوالعزم ہیں۔اور حقیقت قرآن اور حقیقت نماز اور معبودیت نفس الامری اعتبارات ہیں اور مرتبہ علم سے خارج ہیں۔جن کا نفس الامری وجود ہے۔ مثلاً زید خارج میں موجود ہے اور اس کا وجود امر اعتباری ہے جو خارج میں موجود نہیں۔لیکن نہ وہ اعتبار جو اعتبار پر موقوف ہو معتبر ہو سکتا ہے۔بلکہ نفس الامری ہے چنانچہ حضرت مجدد صاحب رحؒ نے بطور سوال وجواب فرمایا ہے:۔

سوال۔ تعین اوّل ایک وجود ہے۔ اور اُس کا وجود خارج میں موجود نہیں ان بزرگوں کے نزدیک خداوند تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی چیز موجود نہیں۔ اور اس میں تعینات اور تنزلات سے خارج کوئی نام ونشان نہیں۔ اور اگر میں کوئی علمی ثبوت دوں تو لازم آتا ہے کہ تعین علمی اُس سے مقدم ہو جو خلاف مقدور ہے۔

جواب۔ امر ثابت ہے۔ اگر ثبوت خارجی دیا جائے اس معنی سے جو علم کے سوا ہیں تو اُن کا بھی ثبوت گنجائش رکھتا ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حضرت عروۃ الوثقی (مجدد صاحب کی اولاد میں تھے) فرماتے ہیں کہ یاد رکھنا چاہئے کہ تعین اول اور تعین ثانی کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ تنزل کر کے حُبّ بن گیا یا وجود بن گیا۔ بلکہ معنی اُسکا ظہور ہے۔ جو تنزیہ کے لائق ہے اور انبیا علیہم السلام کے کلام کے مناسب ہے یعنی صادر اوّل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اوّل ما خلق اللہ نوری یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا ہے وہ میرا نور ہے۔

## فصل۔ ولایت اور کمالات نبوت ورسالت کے ہر مقام میں صوفی کے حالات

واضح ہو کہ ولایت اور کمالات نبوت ورسالت کے ہر مقام میں صوفی کو دو حالتیں ہیں۔ ایک تو خلقت سے منقطع ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا۔ بمقتضائے وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا یعنی اپنے پروردگار کا نام یاد کر اور اُس کے غیر سے منقطع ہو پوری طرح۔ دوم رجوع عن اللہ باللہ یعنی پھر خلقت کے ساتھ مناسبت تازہ کرنا جو مقام تبلیغ وارشاد کے لوازم سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا یعنی اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو بھی آدمی کی صورت میں بناتے۔ اگر فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے تو اُسکو آدمیوں کی صفات پر بناتے۔ تاکہ فیض رساں اور فیضیاب کے مابین مناسبت ہو کیونکہ مناسبت کے بغیر فیض حاصل نہیں ہوتا۔ پہلی حالت میں نظر کشفی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا کی طرف سیر کرتا ہے اور دوسری حالت میں نظر آتا ہے کہ گویا خدا کی درگاہ سے مخلوق کی طرف آتا ہے اس حالت میں صوفی غمگین ہوتا ہے۔ اور جس قدر اس کا نزول پورا ہوتا ہے۔ اُسی قدر اُسکا فیض عالم میں زیادہ سرایت کرتا ہے۔

فائدہ۔ مقام عروج میں سورۂ سبح اسم کا پڑھنا مؤثر ہے۔

فصل۔ یہ تمام مقالات جو عروج کے متعلق بیان ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہزار سال کے بعد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کئے ہیں۔ ان سے پہلے اولیاء میں سے کسی کی زبان سے اُن کا ذکر نہیں ہوا۔ اس تمام کی بنا اس بات پر ہے کہ پہلی اُمتوں کے درمیان خلقت کی ہدایت کے لئے ہر زمانہ میں اور ہر گاؤں میں انبیا مبعوث ہوتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ یعنی کوئی شہر ہی ایسا نہیں ہوا جس میں کوئی پیغمبر نہ گذرا ہو۔ اور بعض اُن میں سے رسالت کے درجہ کو پہونچتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ انبیا کی مقدار ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ اور رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ ہے۔ اور ہزار سال کے بعد یا اسکے قریب ایک اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوتا ہے۔ آدم علیہ السلام سے ہزار سال بعد نوح علیہ السلام اسی طرح اُنکے بعد ابراہیم علیہم السلام اور اُن کے بعد موسیٰ علیہ السلام پھر عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے بعد حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین پیدا ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی اُمت کے اولیا خلقت کی ہدایت کے لئے آپ کے نائب ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں' اور اُن کے درمیان ہر صدی پر ایک ایسا ممتاز ولی پیدا ہوتا ہے۔ جیسے نبیوں کے درمیان رسول پیدا ہوئے ہیں۔ ابوداؤد وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ان اللہ یبعث فی ھذہ الامۃ علی راس مائۃ سنۃ من یجدّد لہا امر دینہا یعنی اللہ تعالیٰ اس اُمت میں ہر صدی پر ایسا آدمی پیدا کر دیگا جو اُس کے دین کی تجدید کرے گا۔ اور جب ہزار سال گذر گئے اور اولوالعزم کی نوبت پہنچی۔ تو اللہ تعالیٰ نے قدیم عادت کے موافق دوسرے ہزار کے لئے ایک مجدد پیدا کیا۔ جو تمام مجدد اولیاء میں وہ رتبہ رکھتا ہے۔ جو انبیاء میں رسولوں کا درجہ ہے۔ اور اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی مٹی سے پیدا کیا اور وہ مقامات وکمالات عطا کئے۔ جو کسی نے نہ دیکھے تھے۔ اور اُن کے طفیل سے یہ کمالات آخری زمانہ میں شائع ہوئے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وابشروا واستبشروا انما مثل اُمتی مثل غیث لا یدری اخرہ خیر ام اولہ اوکحدیقۃ اطعم فوجا منہا عاما ثم اطعم فوجا منہا عاما لعل اخرھا فوجا یکون اعرضہا

عرضاً واعمقها عمقاً واحسنها حسناً یعنی بشارت دو اور بشارت حاصل کرو۔ اس خوبی کی وجہ ہے کہ میری اُمت کا حال مینہ کا سا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس کا آخر بہتر ہے یا اس کا اوّل یا میری اُمت کا حال باغ کی مانند ہے۔ جیسے اس باغ میں سے ایک سال میووں کی ایک قسم کھلائی جاتی ہے۔ اور دوسرے سال دوسری قسم۔ شاید کہ دوسری قسم چوڑائی میں زیادہ چوڑی اور گہرائی میں زیادہ گہری اور خوبی میں زیادہ خوب ہو۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کتاب الزہد میں بیہقی نے روایت کی ہے اور اسی طرح ابن حبان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من تمسّک بسنتی عند فساد اُمتی فله اجر مائة شهید۔ یعنی جو شخص میری اُمت کے فساد کے وقت میری سنت کو لازم پکڑے۔ اس کو سَو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں بعض لوگ ہوں گے جو دوسروں سے اپنے علوم میں اور کمالات میں زیادہ واقف اور زیادہ عمیق اور نیک تر ہوں گے۔ اور جو شخص اُمت کے فساد اور کفر و فسق کے غلبہ کے وقت سنّت کو مضبوط پکڑے گا اُس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملیگا۔ واللہ اعلم۔

# خاتمہ سلسلہ نقشبندیہ کے سلوک کا بیان

تمام مسلمانوں کو عموماً اور طریقہ نقشبندیہ کے صوفیوں کو خصوصاً جنکے طریقہ کی بنا ہی اتباع سنّت پر قائم ہے۔ لازم ہے کہ فقہ اور حدیث کی خدمت کریں۔ تاکہ فرائض۔ واجبات۔ محرمات مکروہات۔ مشتبہات اور عبادات و عادات میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت معلوم کریں۔ اور جہانتک ہو سکے اتباع سُنّت کی کوشش کریں۔ خصوصاً فرائض وواجبات کے اتباع میں اور مکروہات و مشتبہات سے بچنے میں سنّت کی رعایت محکم پکڑیں۔ بدن کپڑے اور جائے نماز کی طہارت اور تمام شرائط نماز میں پوری پوری احتیاط کریں لیکن ظاہری طہارت میں وسواس کی حد تک اپنے آپ کو نہ پہونچائیں کیونکہ یہ مذموم ہے۔ اور پنجگانہ نماز مسجدوں میں جماعت کے ساتھ پڑھیں۔ اس طرح کہ تکبیر تحریمہ اول فوت نہ ہو اور جماعت کی تعداد بڑھائے اور اچھے آدمی کو امام بنانے کی کوشش کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ یعنی مقتدی کی نماز امام کی نماز کی ضمانت میں ہے۔ پس جس قدر امام کامل ہوگا۔ اُسی قدر اُس کی نماز کامل ہوگی۔ جمعہ کی نماز ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور تمام سُنن

اور آداب نماز کی اچھی طرح رعایت کریں۔ نماز پورے اطمینان سے ادا کریں اور قرآن شریف کی صحت وصفائی اور اچھی آواز سے گانے کی طرز کے بغیر پڑھیں۔ نماز مستحب وقتوں میں پڑھیں اور سنن راتبہ کو جو بارہ رکعت ہیں۔ اور نماز تہجد کو جو سنت مؤکدہ ہے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ **ماہ رمضان** کے روزے احتیاط سے ادا کریں۔ لغویات یا گناہ یا غیبت سے روزہ کا ثواب ضائع نہ کریں۔ اور نماز تراویح اور ختم قرآن شریف اور اعتکاف عشرہ اخیر رمضان لازم پکڑیں۔ **لیلۃ القدر** کی تلاش رکھیں۔ ذکر کے اوقات کو معمور رکھیں۔ اگر نصاب نامی کے مالک ہوں۔ تو زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہے۔ لیکن اس بارے میں سنت یہ ہے کہ حاجت ضروری سے زیادہ مال قبضہ میں نہ رکھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر کے بعد اپنی ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کو چھ سو سیر سالانہ جو اور خرما دیتے تھے اور اپنی ملکیت میں ایک درم بھی نہیں رکھتے تھے۔ اور کسب حلال سے کھاتے رہیں۔ خرید و فروخت وغیرہ معاملات میں مسائل فقہ کی رعایت لازم رکھیں مشتبہات سے پرہیز رکھیں۔ حقوق الناس ادا کرنے میں سعی بلیغ کریں۔ اگر حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہوگئی ہو تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پیران عظام کی شفاعت سے مغفرت کی اُمید ہے لیکن حقوق العباد نہیں بخشے جاسکتے نکاح پیغمبروں کی سنت ہے لیکن اگر اس کے حقوق ادا نہ کرسکے۔ اس خوف سے کہ اس سے فرائض و واجبات فوت ہو جائیں گے۔ تو اس سے باز رہنا بہتر ہوگا۔ اس بارہ میں مختصراً حکم دیا گیا ہے اس کی تفصیل کتب فقہ و حدیث سے تلاش کرنی چاہیئے۔ فرائض و واجبات کی ادائیگی اور مکروہات و مشتبہات سے پرہیز کرنے کے بعد صوفی پر لازم ہے کہ اپنے اوقات کو ذکر الٰہی سے معمور رکھیں اور بیہودگی میں وقت ضائع نہ کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہل جنت حسرت نہ کریں گے۔ مگر اُس گھڑی پر جس میں اُنھوں نے خدا کو یاد نہ کیا ہوگا۔ نفس کو فنا کرنے سے پہلے کثرت نوافل اور تلاوت قرآن سے قرب الٰہی میں ترقی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ یعنی ہاتھ نہ لگائیں اس کو مگر طہارت والے لوگ چنانچہ طہارت ظاہری نماز کی شرط ہے۔ رذائل نفس سے پاک ہوئے بغیر نماز اور تلاوت کی برکتیں حاصل نہیں کی جاسکتیں۔ جس طرح ظاہر میں کفر کا ازالہ کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے ہوتا ہے اسی طرح باطنی کفر کا ازالہ بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے کلمہ سے ہوتا ہے۔ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جدِ دُوْا اِیْمَانَکُمْ یعنی اپنے ایمان کو تازہ کرو۔ لوگوں نے پوچھا۔ اپنے ایمان کو کس طرح تازہ کریں۔ فرمایا بار بار کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھنے سے۔ تمام سلسلوں کے مشائخ نے اپنے مریدوں کے لئے اسی کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر مقرر کیا ہے۔ بعض اونچی آواز سے ذکر کرتے ہیں۔ اور اسی سے دلذتِ الٰہی) تلاش کرتے ہیں۔ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر جہر کو بدعت سمجھکر ذکر خفی پر اکتفا کیا ہے۔ اس لئے فنائے قلب وغیرہ عالم امر کے لطائف کے لئے ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ذکر حبس نفس کے ساتھ مفید سمجھتے ہیں۔ اور دم کو ناف کے نیچے بند کر کے لا کو خیال میں ناف سے دماغ تک اور کلمہ الٰہ کو دماغ سے دائیں کندھے پر لطیفۂ روح تک جو دائیں پستان کے نیچے ہے آتارتے ہیں اور کلمہ الا اللّٰہ کو وہاں سے دل تک جو دائیں پستان کے نیچے ہے ضرب لگاتے ہیں اس معنی کا لحاظ رکھتے ہیں کہ اس ذات پاک کے سوا کوئی مقصود نہیں یہ ذکر طاق عدد کی رعایت سے کرتے ہیں اور اس کو وقوف عددی کہتے ہیں۔ یہ عمل خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے اور اُن کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے۔ نفس کے فنا کے لئے کلمۂ طیبہ کی تکرار زبان سے جس کے ساتھ معنی کا بھی پورا خیال ہو۔ مفید ہے کیونکہ نفس عالم خلق سے ہے۔ اور فنائے نفس کے بعد کمالات نبوت کے مقام میں اور اس سے اوپر تلاوت قرآن شریف اور کثرت نماز سے ترقی حاصل ہوتی ہے چنانچہ اوپر مقامات کے ذکر میں اس کا بیان گذر چکا ہے۔

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ مجھکو بہشت میں آپکی ہمسائگی نصیب ہو۔ آپؐ نے کہا کچھ اور مانگو۔ اُس نے کہا مجھے تو یہی چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو پھر کثرت سجود سے اپنے نفس کو مارنے پر میری مدد کرو۔ کثرت مراقبہ مبتدی کیلئے بھی مفید ہے اور منتہی کے لئے بھی۔ حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صوفی کثرت مراقبہ سے وزارت کے درجہ کو پہنچ سکتا ہے۔ مبتدی کو پہلے "ذات مستجمع جمیع صفات کمال" کے مراقبہ کا حکم دیتے ہیں۔ جب اس کو اس مراقبہ سے بیعت حاصل ہوتی ہے تو مراقبہ معیت خدا کا اور اس آیت کے ملاحظہ کا حکم دیتے ہیں وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو۔ پھر فنائے قلب کے بعد مراقبۂ اقربیت اور ملاحظہ قولہ تعالیٰ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ کا حکم دیتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ بندہ کیطرف

اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ فنائے نفس کے بعد مراقبہ محبت اور ملاحظہ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ کا حکم دیتے ہیں۔ یعنی وہ اُن کو دوست رکھتا ہے اور وہ اُسکو دوست رکھتے ہیں۔ جب فنائے کامل حاصل ہو جائے۔ تو کمالات نبوت میں اور اس سے اوپر ذات خاص کے مراقبہ پر مواظبت کرے۔ ذکر و فکر اور فرائض و نوافل سے فارغ ہو کر اگر علماء و مفتیان اور صلحاء کی مصاحبت اور مکالمت میسر ہو تو غنیمت سمجھے۔ بشرطیکہ علماء دنیاداروں کی صحبت سے باز رہنے والے ہوں۔ اور اگر علماء و صلحاء کی صحبت میسر نہ ہو تو تنہا بیٹھنا یا سو رہنا بہتر ہے العزلۃ خیر من الجلیس السوء والجلیس الصالح خیر من العزلۃ یعنی گوشہ نشینی بُرے ہمنشین سے اچھی ہے اور نیک ہمنشین گوشہ نشینی سے اچھا ہے۔ جاہلوں اور فاسقوں اور اُن لوگوں کی صحبت اور ہمنشینی جو دنیا میں مستغرق رہتے ہیں۔ کارخانۂ باطن کو خراب کر دیتی ہے۔ خصوصاً مبتدی صوفیوں کے حق میں سخت مضر ہے۔ جیسا کہ تھوڑے سے پانی کو نجاست پلید کر دیتی ہے۔ صوفیوں۔ صاحب دلوں اور ولیوں کی ہم نشینی و صحبت اللہ کے ذکر اور عبادت سے بھی زیادہ مفید ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین باہم کہا کرتے تھے اجلس بنا نؤمن ساعۃ یعنی ہمارے پاس بیٹھو تاکہ ہم آپس میں ایمان تازہ کر لیں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

یک زماں ہم صحبتِ با اولیا ۔ بہتر از صد سال بودن در تُقا

ترجمہ۔ اولیاء کی صحبت میں تیرا تھوڑی دیر بیٹھنا سو سال تقویٰ میں گذارنے سے بہتر ہے۔

حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نماز را بحقیقت قضا بود لیکن ۔ نمازِ صحبت مارا قضا نخواہد بود

ترجمہ۔ نماز رہ جائے تو قضا کی جا سکتی ہے۔ لیکن ہماری صحبت کی نماز قضا نہ ہو سکیگی۔

ایک شخص نے کسی کو کہا کہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا کرو۔ اُس نے جواب دیا کہ میں خدا کی صحبت میں رہتا ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہنا خدا کی صحبت میں رہنے سے بہتر ہے۔ مطلب یہ تھا کہ تو بمقدور اپنی نسبت کے اور موافق اپنے حوصلے کے جناب الٰہی سے فیض حاصل کر سکتا ہے۔ اور بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں تجکو اُن کے علو مرتبہ کے موافق فیض حاصل ہوگا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں فرماتے ہیں ؎۔

دور شو از اختلاطِ یارِ بد ۔ یارِ بد بدتر بود از مار بد
مار بد تنہا ہمی بر جاں زند یارِ بد بر جان و بر ایمان زند

ترجمہ ۔ بُرے دوست کی صحبت سے دور رہو۔ بُرا دوست سانپ سے بھی بدتر ہوتا ہے ۔ سانپ تو صرف جان کو نقصان پہنچاتا ہے (مگر) بُرا دوست جان کے ساتھ ایمان کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اللّٰھم ارزقنی حبک وحب من یحبک وحب عمل یقربنی الیک آمین آمین

تمت

## مختصر تقریظ کتاب ہذا از مسکین سراج الدین کاتب عفی اللہ عنہ وزیرآبادی

کتاب مستطاب تحفۃ السالکین ترجمہ اُردو ارشاد الطالبین از تصنیفات مولوی قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پانی پتی عثمانی حنفی مجددی رحمۃ اللہ علیہ جس میں مترجم مدظلہ نے مضامین کی آراستگی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ گویا فصاحت و بلاغت کا ایک لبالب چشمہ جاری کر کے فقرائے عظام اور صوفیائے کرام کے حال و استقبال کے زمانہ کے لئے ایک بے بہا اور نایاب تحفہ تیار کر دیا ہے۔ اس میں بے شمار مسائل ایسے ہیں کہ جن سے وہ قلوب جو شرک اور کفر کے اعتقادات سے لبریز ہیں توحید کی چاشنی لیں گے۔ اس کے بڑے بڑے عنوانوں سے اسکی خوبیوں کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اسکے ہر ایک مسئلہ کا ماخذ قرآن شریف کی آیات بیّنات اور احادیث صحیحہ ہے۔ کلمہ لآ الٰہ اِلّا اللہ کے اوراد کے طریقے نہایت خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کے کلمات طیبات سے بھی اسکے مضامین کو زینت بخشی گئی ہے۔ صاحبدل صوفیوں کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اُنکی صحبت اختیار کرنے سے جو جو فوائد حاصل ہوتے ہیں انکا بیان بھی نہایت وضاحت سے کیا گیا ہے۔ علم سلوک اور معرفت طریقت و حقیقت کے رموز کا انکشاف طالبان حق ہیں کیلئے آفتاب نصف النہار کی طرح چمکتا ہے۔ مترجم صاحب نے نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے ترجمہ کر کے دنیائے اسلام کو اپنا ممنون احسان کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مومن کو نیکی کی توفیق دے آمین

اضافہ از محمد سراج الحق ۔ یہ کتاب نایاب تھی۔ احقر نے بنظر افادۂ عام شائع کی۔ تاکہ ناظرین کی دعا کا مستحق بن سکوں۔